باہتمام منو لال سریواستو ۔ منیجر

(راجہ) رام کمار پریس بکڈپو لکھنؤ

وارثِ مطبع نامی گرامی نول کشور واقع لکھنؤ میں چھپکر شایع ہوا

۱۹۵۲ء

قیمت ۱۱ر

اطلاع اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقان صلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بھی باعتبار اور کارخانون کے ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب قصہ جات نثر و نظم اُردو کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
کتب قصہ جات و ناول اُردو	
ترجمۂ داستان امیر حمزہ بالتصویر ہر چہار دفتر مسلسل ہندسہ مترجمۂ مولوی عبد اللہ نظر ثانی مولوی سید تصدق حسین۔	صہ/
ہرمز نامہ	صہ/
ہومان نامہ	۸ہے/
کوچک باختر	۸ہے/
صندلی نامہ	ے/
تورج نامہ اول	للعہ/
〃 دوم	۸ہے/
لعل نامہ جلد اول	۸ہے/
〃 〃 دوم	۸للعہ/
طلسم ہوش ربا جلد اول	۸ہے/
〃 جلد دوم	ے/
〃 جلد سوم	ے/
〃 جلد چہارم	للعہ/

نام کتاب	قیمت
طلسم ہوش ربا جلد پنجم حصۂ اول	۸ہے/
〃 جلد پنجم حصۂ دوم	ے/
〃 جلد ششم	۸للعہ/
〃 جلد ہفتم	۸للعہ/
بقیہ طلسم ہوش ربا جلد اول	۶ ۸/
〃 جلد دوم	ے/
آفتاب شجاعت جلد اول	۸صہ/
〃 〃 دوم	ے/
〃 〃 سوم	ے/
〃 〃 چہارم	للعہ/
〃 〃 پنجم حصۂ اول	۸صہ/
〃 〃 حصۂ دوم	۸صہ/
گلستان باختر حصۂ اول	۴ہے/
〃 〃 دوم	۴ہے/
〃 〃 سوم	للعہ/
طلسم ہفت پیکر جلد اول	۶ ۱۲/
〃 جلد دوم	ے/

بعو چمن آرائی باغ ان کنفکان بیند بلبل نالان بر گل خندان
مذہب عشق
مع تصاویر المعروف
گل بکاؤلی
۱۹۵۳ء
باہتمام بی بی کپور سپرنٹنڈنٹ
مطبع رام کمار وارث نولکشور پریس بکڈپو لکھنؤ میں چھپکر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی کر سخن کو میرے وہ گل ۔ کہ جس پر مرغ دل ہو سب کا بلبل

حمد و ثنا کا گلستاں ہمیشہ بہار باغبان حقیقی کو سزاوار ہے کہ اُسکے باغ لطف سے اس طرفہ بوستان جہاں نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و طراوت بے اندازہ پائی پھولوں کی بہاریں اور زیبا عروسوں کے نقش و نگار میں الٰہی کے نور کی تجلی سمائی خامہ خشک مغز کا کیا مقدور اور کتنی طاقت کہ اُسکی حمد و ثنا تحریر کر سکے اور جو حق لکھنے کا ہے لکھ سکے ابیات

ہر اک پتے سے گل کی ہو عیاں کی
اُسکے حکم نے شیرازہ بندی
جو ابر رحمت غفار برسے

وہی علت ہے بلبل کے فغاں کی
کتاب عارض محبوب میں کی
گناہوں کو ہمارے دم میں دھوئے
اگر دل قہر پر آجائے اُسکا

جو منہ ہو بند غنچے کا چمن میں
جو عکس روئے لیلی انگ میں آیا
طراوت پائے اپنی کشت امید
سوائے ظل احمد پھر نہیں جا

اُسی کا نام لیتا ہے دہن میں
تو موئے قیس کو سنبل بنایا
ہری ہو جائے اپنی کشت امید

جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں

ہزار ہزار درود و سلام اُس والا حسب عالی نسب پر جو باعث بنائے زمین و آسمان و سبب ایجاد کون و مکاں ہوا اُسکے براق کے سم کا نقش مہر و ماہ کی پیشانی پر درست بیٹھا اُسکے مجموعۂ امکان سے جہاں ہی ایک کتاب اور اُس کتاب ہستی ہی ایک باب صفحۂ خاک کو جو دلچسپ دیکھا تو بیت افلاک میں نہ رہا اُس مطلع نور اور مقطع ظہور نے عناصر کی رباعی اختیار کی بیت۔

اس مرحلہ کا نہیں ہی پایاں ۔ کہہ اب تو ثنائے شاہ مرداں

حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی منقبت میں

جب صبح کو آفتاب نے قلم شعاعی ورق عالم پر آیت نور لکھ کر صفحۂ جہان کو روشن کیا میں نے چاہا کہ دریائے سخن میں غوطہ لگا کے لولوے آبدار جو سخن کے جوہریوں کو منظور ہوں نکالوں جس طرف غور و تامل سے نگاہ کی ڈھیر کے ڈھیر نظر آئے سوچا کہ انکو کس پر نثار کروں اس تردد و تفکر میں تھا کہ یکایک مژدہ میرے کان میں پہونچا کہ اے غریق دریائے فکر یہ جواہر درخشاں دوسرے کے لائق نہیں حضرت علیؓ کے قدموں پر نثار کر یعنی اُسکی مدح میں زباں کھول وہ شہنشاہ کہ جسکے چہرے کے عکس سے ماہ کے رخ پر صفائی آئی اور خورشید کے آئینے نے جلاے وا فر پائی اگر ساتوں آسمان کے میدان میں گھوڑا دوڑائے تو ستاروں کے لشکر میں فتور پڑ جائے اے شہنشاہ تیری درگاہ میں میری یہی عرض ہی کہ داروگیر قیامت میں مجھ کو بارے سپید اپنے غلاموں کی صف میں رکھنا اسکے سوا اور کیا عرض کروں کہ بندیکو زیادہ عرض کرنی اپنے مولا کی جناب میں کمال گستاخی ہے

وجہ تصنیف کتاب

ناظرین پر روشن ہو کہ شیخ عزت اللہ بنگالی نے یہ کتاب فارسی میں تصنیف کی تھی اُسنے اسکا سبب یوں لکھا ہی کہ طالب علمی کے ایام میں اس حقیر کو انشا پردازی کے فن میں رغبت تمام تھی اور سوفے بھی کاغذ پر لکھ کر رکھ چھوڑتا تھا ایک روز رفیق شفیق نذر محمد کہ نو برس تک اس شوریدہ حال کا مرغ دل اُس شمع جمال پر پروانہ کے مانند قرباں اور ذرّے کی طرح اُس خورشید آسمان حسن پر سرگرداں تھا چکور کے مانند خراماں خراماں آیا ابیات

غزالوں سے کیا یعنی چشم اسکی باج
کبھی مستی میں لہر آئی اگر

طلب کرتی تھی شیر نمچے خراج
کیا صفحۂ دل کو زیروزبر
رگ لعل کا ہیں جو پاؤں قلم

نگاہ ہوگی تھی عشوہ سازی بہم
عجب خط ہے رونق تھی خسار کی
تو کچھ سرخی لب ہے مجھ سے رقم

کرشمہ میں کرتی تھی عالم کا کام
کہ مصحف میں جیسے ول تھی نگاہ کی

اور جس طرح ہمارے اُسکے دوستی تھی ویسی ہی محبت سے ہاتھ میں ہاتھ رکھا اور راہ الفت میں قدم ساتھ رکھا آخرش جام لب کو شراب تکلم سے بھر کر آتش بیانی سے بخت کا بازار گرم کیا یہ شوریدۂ محبت بھی اُس فرشتہ خصال سے متکلم رہا پھر میرے زانو پر سر رکھ کر کہنے لگا کہ مجھے نیند آتی ہی جب تک سوؤں تم میٹھے کوئی کہانی کہو پہلے تو میں نے چاہا کہ میں بھی اُس سے لپٹ کر سو رہوں لیکن یہ خیال آیا کہ شاید آشفتہ خاطر ہو اور یہ سوچے کہ میرا کہنا نہ مانا تب وہ قصہ کہ جس کی داستان عشق سے بھری ہوئی تھی اُس سرمایہ بہجت کے آگے کہنے لگا من بعد اُس یار ارجمند کی خواہش اس مستمند کو اس پر لائی کہ اس دلچسپ قصہ کو فارسی کی عبارت کا لباس پہنا کر نظم

زیورِ نثر کے زیور سے آراستہ کرکے شکل پسند دیکھنے والوں کے لائق کروں اس اثنا میں غرۂ ذی الحجہ کو کہ سنہ ایک ہزار ایک سو چوبیس ہجری تھے اُس تو باد ہ باغ محبت کو صرصر موت نے جڑ سے اُکھاڑ ڈالا اس واقعۂ جانگاہ سے مجھ مصیبت زدہ کے ہوش و حواس اُڑ گئے چاہا کہ اوراق مسودات کو اس فسانے کے بھی پرزے پرزے کر ڈالوں لیکن چند دوستوں نے کہ ایک گونہ پاس خاطر اُنکا منظور تھا آکر سمجھایا اور رکھا **بیت**

آساں بہت ہو لعل بدخشاں کا توڑنا	لیکن بہت محال ہے پھر اُس کا جوڑنا

بحکم ضرورت آدھے کو فارسی گیا اور آدھے کو اُسی طرح رہنے دیا اس کتاب کے ترجمہ کا یہ سبب ہے کہ مستمند نہال چند لاہوری کو کہ اس محنت کا مولد شاہجہاں آباد دہلی اشرف البلاد و کلکتہ میں کہ بالفعل ہندوستان کا دار الامارہ ہے اب جور زمانہ کھینچکر لایا اور یہ خاکسار کپتان ولورٹ صاحب بہادر کی خدمت میں سابق سے بندگی رکھتا تھا اُنکی دستگیری سے صاحب خداوند نعمت حاتم زمانہ دستگیر درماندگاں منبع الجود والاحسان سرچشمۂ فیض و سخا دریائے عنایت و کرم ہمت بحر احسان و شجاعت صاحب گلگرسٹ بہادر مدظلہ کے دامن دولت تک دسترس پایا **نظم**

ثنا میں اُسکی بجا ہو اگر صغیر و کبیر	ہزار سعی کا عدسہ اگر ہیں تحریر	وہی ہے باغ فصاحت کا نخل عالم	گل سخن ہے اُسکے شگفتہ دل ہو منیر
وہی ہے گوہر بحر سخاوت کان عطا	نہیں ہے اُسکا بھی کوئی عدیل و نظیر	چراغ عقل سے شمع مراد روشن ہے	وہ ذات کو منور ہے دن کو مہر منیر
بھا ہے قامت موزوں پہ خلعت اخلاق	خدا نے اپنی عنایت سے اُسکو دی توقیر	ہر ایک خدمت عالی سے فیض یاب ہے	گواہ دل سے ہو اس بات پر ضمیر فقیر
لیاقت اتنی کہاں خاکسار کو اُسکے	کہ اُسکی بخشش و ہمت کی کر سکے تقریر	مگر خدا سے دعا مانگتا ہوں دن رات	بسر ہوا ہے جب تک ضیائے مہر منیر
	سلامت اُسکو رکھے احتشام دولت سے	عدو کو اُسکے کرے زیر و زبر ذلیل و حقیر	

غرضکہ صاحب بہادر کے تفضلات سے بخوبی اس ضعیف کی اوقات بسر ہونے لگی اور امید زیادہ تر ہونے لگی کہ اگر بخت مددگار رہے اور یہ دامن دولت اپنے ہاتھ ہے تو حشمت قدم کے ساتھ ہو پھر ایک روز خداوند نعمت نے ارشاد کیا کہ تاج الملوک و بکاؤلی کا قصہ فارسی میں ہے ہندی ریختے کے محاورے میں ترجمہ کر کہ تیری سرخروئی اور یادگاری کا موجب اور ہماری خوشنودی کا سبب ہو چنانچہ اس نحیف نے حسب الارشاد فیض بنیاد اپنے حوصلے کے موافق فلاطون فطنت والا شکوہ عالی حشمت فلک اشتباہ مارکوئیس ولزلی نواب گورنر جنرل دام اقبالہ کے عہد میں ہندی میں ترجمہ کیا اور نام اسکا **مذہب عشق** رکھا ہر ایک سخن رس اور نکتہ دان صبح نفس سے یہ امید ہے کہ جہاں کہیں میدان عبارت میں نشیب و فراز دیکھیں وہاں اصلاح کے قلم سے ہموار کردیں اور اس ہیچمدان کو اپنی نوازش سے ممنون فرمائیں

آغاز داستان

کہتے ہیں کہ پورب کے شہروں میں کسی شہر کا ایک بادشاہ تھا زین الملوک نام جمال اُسکا جیسے ماہ منیر عدل و انصاف اور شجاعت وسخاوت میں بینظیر اُسکے چار بیٹے تھے ہر ایک علم وفضل میں علامۂ زماں اور جوانمردی میں رستم دوراں خدا کی قدرت کاملہ سے ایک اور بیٹا آفتاب کی طرح جہان کا روشن کرنے والا اور چودھویں رات کے چاند کیطرح دنیا کے اندھیرے کا دور کرنے والا پیدا ہوا

ابیات

قمر اسکی جبیں سے داغ کھائے
بلا انگیز آنکھیں جادو آمیز
جہاں مجروح ہو تیغ نظر سے
عجب انداز کا تل گال پر تھا

مہ نو پیش ابرو سر جھکائے
مے گلرنگ سے وہ جام لبریز
پلک کے پار ہوں خنجر جگر سے
کہ گنج حسن پر بیٹھا تھا کالا
ریاض حسن کا سرو سرافراز

اگر چین جبیں اُسکی بنائے
کبھی دیکھی تھی اُس گرد کی کاکل
وہ مکھڑا اِدھر گر دیکھے تو تھرائے
وہ سینہ تختۂ بلور سا صاف
غرض وہ تھا سراپا مایۂ ناز

مصور چین کا چین بھول جائے
پریشاں اُسکے جتک ہو حال سنبل
قمر کے پھر کبھی بھی نگ اُتر جائے
یہ کیا کہتا ہوں میں ہیرا تھا افغان

بادشاہ نے باغ باغ ہوکر بڑا جشن کیا اور نجومیوں کو بلاکر فرمایا کہ اسکی لگن دیکھو ہر ایک نے لگن کنڈلی کھینچ کر اسکا نام تاج الملوک رکھدیا اور کچھ اُنگلیوں پر گن گنا کر عرض کی کہ یہ باغ عالم میں گل تازہ ہے اُسکے نصیبوں میں دولت دنیوی بے اندازہ ہے صاحب ہمت اس طرح کا اب تک نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا یقین ہے کہ ایسا شہریار ہو کہ عالم جنات بھی مطیع اور فرمانبردار ہو مگر ایک قباحت بھی اسکے ساتھ ہے جب بادشاہ کی نظر اُسپر پڑے تو فوراً

بادشاہ کی آنکھوں سے بینائی جاتی رہے بادشاہ نے کچھ شاد کچھ ناشاد ہو کر اُنکو تو رخصت کیا اور وزیر سے فرمایا کہ ایک محل میں بتفاوت تمام ہماری گذرگاہ سے اُسکی ماں سمیت رکھو چنانچہ بموجب ارشاد کے وزیر عمل میں لایا چند سال کے بعد وہ نونہال باغ سلطنت کا کمال ناز و نعمت سے پرورش پاکر ہوائے علم و ہنر سے سرسبز ہوا ایک روز اسکو شکار کی خواہش ہوئی سوار ہو کر جنگل میں گیا اور ایک شکار کے پیچھے گھوڑا اُٹھایا پیچ ہو کر ہونیوالی بات بے ہوئے نہیں رہتی **مصرعہ**

تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں ہے دھونا

اتفاقاً بادشاہ بھی اُسی دن شکار کو سوار ہوے تھے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالے اُسی طرف کو آنکلے شہود ہر کہ کانے چوٹ کنوڈے بھیٹ جو ہیں شہزادے پر نگاہ پڑی وو ہیں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ارکان دولت نے شہزادے کو دیکھ کر بادشاہ کے نابینا ہونے کا سبب دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ لازم یوں تھا کہ بیٹے کو دیکھ کر باپ کی آنکھیں روشن ہوں سو یہ طرفہ ماجرا ہو کہ برعکس ظہور میں آیا بس اب یہ بہتر ہے کہ اسکو میرے ممالک محروسہ سے نکالدو اور اسکی ماں کے واسطے خدمت جاروب کشی کی مقرر کرو یہ فرما کر بادشاہ اُلٹے پاؤں تختگاہ کی طرف پھر آیا اور اُسے دیس سے نکالدیا

دوسری داستان چاروں بیٹوں کے جانے کی گل بکاؤلی کے واسطے

کہتے ہیں کہ جب بڑے بڑے حکیم مسیحا خصلت اور بوعلی طبیعت آنکھوں کے علاج کیلیے بلائے سب نے متفق ہو کر عرض کی کہ گل بکاؤلی کے سوا کسی اور دوا سے ممکن نہیں کہ بادشاہ شفا پائے اگر کسی صورت سے گل بکاؤلی پیدا ہو تو حضرت کیا بلکہ اندھا مادرزاد بھی آنکھیں پائے یہ سنکر بادشاہ نے اپنے تمام ملک میں منادی پھرادی کہ جو گل بکاؤلی پیدا کرے یا اسکی خبر لائے تو اُسکو بہت انعام و اکرام دیکر نہال کروں اسطرح بادشاہ نے ایک مدت تک اُسکے انتظار میں رو رو کر حضرت یعقوبؑ کیطرح اپنی آنکھوں کو سفید کیا اور اس غم میں مانند حضرت یوسفؑ کے آپ کو گھلا دیا ہر چند کہ خون جگر پیا لیکن کسی طرف سے کچھ اُسکا سراغ نہ ملا ایک روز چاروں بیٹوں نے بادشاہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ سعادتمندی لڑکا وہی ہے کہ جو ماں باپ کی خدمت بجالائے اور اگر سعی و کوشش میں جان دے تو وہ سعادت دارین پائے اسواسطے ہم امیدوار ہیں کہ ہمیں رخصت فرمائیے تو گل بکاؤلی کی تلاش میں نکلیں بادشاہ نے فرمایا کہ ایک تو آگے ہی میں اپنی آنکھیں کھو بیٹھا ہوں نور چشم کو رو بیٹھا ہوں وہ داغ ابتک جگر سے نہیں گیا جو چشم و چراغ ہیں انکو برباد کسطرح ہونے دوں یہ صدمہ دیدہ دانستہ دل پر لوں شاہزادوں نے پھر مکرر عرض کی

تب چار و ناچار بادشاہ نے رخصت دی اور وزیروں سے فرمایا کہ اسباب سفر کا جو چاہیے وہ مہیا کرو چنانچہ
اُنھوں نے بموجب حکم کے نقد و جنس و دواب و خیمہ و لشکر سے لیکر جتنا کہ چاہیے تھا موجود کر دیا تب بادشاہ سے
رخصت ہو کر شاہزادوں نے اپنا رستہ لیا شاہزادے منزل بمنزل جاتے تھے اتفاقاً تاج الملوک کہ جسکو باپ نے
شہر بدر کیا تھا دشت آوارگی کو قدم پریشانی سے ناپتے ناپتے ان سے دوچار ہوا اور کسی سے پوچھا کہ یہ کون
ہیں اور کہاں جاتے ہیں اُسنے بادشاہ کے اندھے ہونے کا اور سبب اُنکے سفر کا گل بکاؤلی کی تلاش کیواسطے
تاج الملوک سے بیان کیا شہزادے نے دل میں کہا **مصرعہ**

کہ اُٹھ بخت کو تو بھی اب آزما

مصلحت نیک تو یہ ہے کہ میں بھی بھائیوں کے ہمراہ گل بکاؤلی کی جستجو کروں اور اپنے زر قسمت کو محک امتحان
پر کسوں اسمیں اگر دامن کو گل مراد سے بھروں تو فہو المراد نہیں تو اس حیلہ سے باپ کے ملک سے باہر نکلوں یہ دل میں
ٹھان کر ایک سردار کے پاس کہ نام اُسکا سعید تھا گیا اور بادب تمام سلام کیا اُسکی نظر جو شاہزادے پر پڑی تو
دیکھا کہ اُسکے گالوں کی چمک خورشید کی روشنی کے ساتھ برابری کر رہی ہے اور چاندسی پیشانی زلف شبرنگ کے بیچ
میں ماہ شام کیطرح جلوہ گری کر رہی ہے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آنا ہوا تاج الملوک نے عرض کیا کہ میں
بیچارہ غریب مسافر ہوں اور بیکس آشفتہ خاطر ہوں نہ کوئی غمخوار ہے کہ غمخواری کرے نہ یار ہے کہ شرط یاری
بجالائے نہ کوئی مددگار ہے کہ مددگاری کرے سعید نے اُس یوسف ثانی کی شیرین بانی سے محظوظ ہو کر
بصد آرزو و خواہش اپنی رفاقت میں رکھا اور ہر روز الطاف زیادہ کرتا کہتے ہیں کہ شہزادے ایک مدت کے بعد
شہر فردوس میں کہ تخت نشین وہاں کا رضوان شاہ تھا پہونچے اور شام کیوقت دریا کے کنارے اس ارادہ سے
کہ چند روز یہاں ٹھہریں خیمے ایستادہ کیے جب مسافر آفتاب ملک مغرب کی سیر کو گرم رفتار ہوا اور سیاح ماہتاب
رات کے مشکی گھوڑے پر سوار ہو کر مشرق کیطرف سے باگ اُٹھا کر چلا تب چاروں شاہزادے اپنے اپنے سمند
باد رفتار پر سوار ہو کر بطریق سیر شہر میں آئے اور ادھر اُدھر گشت کرنے لگے اسمیں ایک محل منقش اور مکلف کہ
جسکے جابجا دروازوں پر زردوزی کے پردے پڑے ہوئے تھے نظر آیا وہاں کے باشندوں میں سے
ایک سے پوچھا کہ یہ مکان عالیشان کسکا ہے اُس نے جواب دیا کہ اسکی مالک دلبر لکھا بیسوا ہے شہزادوں نے کہا
اللہ اکبر یہ محل بادشاہی اسنے کہاں سے پایا وہ شخص پھر کہنے لگا کہ یہ رنڈی اس زمانہ میں یکتا ہے اور ملاحت
میں بیہمتا ہے شہرۂ آفاق اپنے کام میں طاق رعنائی اور زیبائی میں نہایت دلجو خوبی اور دلربائی میں بغایت

خوبرو چشم خورشید مدام اُس کے شمع جمال پر پروانہ کیطرح شیدا اور چہرۂ ماہتاب دم اُسکے مکھڑے پر فدا ابیات

کسی نے راہ میں اسکی اگر قدم مارا	تو اپنی عقل کی فہرست پر قلم مارا
اُسی نے تج دیا ناموس و ننگ کو اپنے	کہ جسنے ذرا بھی خواہش میں اسکی دم مارا

صاحبان مباشرت کیواسطے ایک نقارہ مع چوب اُسنے اپنے دروازے پر رکھا ہے جو کوئی اُسے جاکر بجائے وہ
عیارۂ زمانہ گھر میں اُسے بُلائے اور لاکھ روپے لے تب ایک رُاُس سے ملے شہزادے کہ اپنے مال و دولت پر
نہایت مغرور تھے نشہ بادۂ نخوت سے چور تھے نشان ہمت اُسکے میدان شوق ملاقات میں بلند کرکے دروازے
پر گئے اور جاتے ہی بے تحاشا نقارہ بجادیا سنتے ہی اُس مکارۂ دوران نے دل میں کہا کہ الحمد للہ مدت مدید
کے بعد کسی ایسے نیکبخت نے میرے گھر کا قصد کیا چاہیے کہ میرے حجرے کو روشن کرے اور ایسے موٹے
تازے شکار نے میرے جال میں آنے کا ارادہ کیا اغلب ہے کہ دام میں پھنسے پھڑک پھڑک کر مرے
نقل مشہور ہے کہ یہ طائفہ اسی تردد میں رہتا ہے کہ کوئی عقل کا اندھا گانٹھ کا پورا ملے سو خدا نے ویسے
ہی شخص بھیجدیے جھٹ پٹ بناؤ سنگار کرکے زیور مرصع لعل موتی ہیرے زمرد جابجا پہنکر بڑی آن بان سے
بن ٹھن کر بیٹھی اسمیں یہ بھی آپہونچے چند قدم استقبال کرکے ہر ایک کو سونے کی کرسی پر بٹھایا اتنے میں
کچھ رات گئی کہ ساقیان گلعذار شیشہ شراب اور ساغر زرنگار لیے حضور میں آئے اور جام کو گردش میں لائے
اسی طرح آدھی رات گئی تب اُس عیارنی نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو تختہ نرد منگواؤں باقی رات اس
شغل میں بسر ہو کہ سحر ہو شاہزادوں نے کہا منگواؤ اس سے کیا بہتر مکارہ نے ایک نے ایک بلی کے
سر پر چراغ رکھا اور لاکھ روپیہ کی بازی بدکر کھیلنے لگی لکھنے والے نے یوں لکھا ہے کہ شاہزادوں نے اُس
آدھی رات کے عرصہ میں پچاس لاکھ روپئے ہارے اسمیں خورشید جہاں گرد زمردی تختہ پر نمودار ہوا اور
سیمیں چہرہ ماہ اپنے گھر گیا اس مکرہائی نے بھی بساط بازی لپیٹی شہزادے اپنے مکانوں کو گئے دوسرے
روز جب آفتاب سیاحوں کی طرح مغرب کی منزل میں پہونچا اور ماہتاب بادشاہوں کی صورت سپاہ انجم
کو لیے تخت فیروزہ رنگ پر رونق بخش ہوا شاہزادے اُسی آن بان سے اُس کے مکان میں آئے
اور بدستور سونے کی چوکیوں پر اجلاس فرمایا خوبرو لقا رنڈیاں خدمت میں آکر حاضر ہوئیں اور طرح
طرح کا کھانا سونے چاندی کے خوانوں میں لاکر دستر خوانوں میں چُن دیا بعد تناول طعام تختۂ نرد
منگوا کر دس لاکھ روپئے کی بازی بدکر کھیلنے لگے غرض اُس رات کو سب مال و متاع نقد جنس ہاتھی
گھوڑے اونٹ وغیرہ جس قدر کہ رکھتے تھے ہار گئے تب اُس مکارہ نے بازی سے ہاتھ کھینچ کر کہا

اے جوانو تمھارا سرمایہ آخر ہو چکا اب بساط بازی پیٹو اپنے گھر کی راہ لو شاہزادوں نے کہا کہ ایکبار ہم نے طالع کو تراز وے امتحان میں تو لیں اگر ہمارے بخت کا پلہ جھکے تو اپنی ہاری ہوئی سب نقد و جنس کہ گرہ میں تونے باندھی ہے کھول لیں نہیں تو ہم چاروں تیری فرمانبرداری میں غلام ہو کر رہیں کچھ نہ بولیں جب یہ قول و قرار ٹھہرا تب اُس اُچھال چھکا نے طرفۃ العین میں وہ بھی بازی جیت لی اور بہت اسباب نقد و جنس اُنکا اپنی سرکار میں داخل کیا اُن کو قیدیوں کے سلسلے میں کر دیے سیکڑوں تھے بھیجدیا امرا سپاہ اور رفیق اُنکے گل خزاں دیدہ کے بتوں کیطرح درہم برہم ہو گئے تاج الملوک نے دل سے مصلحت کی کہ اب کچھ ایسی حکمت کیا چاہیے جو اُنکی خلاصی کا سبب ہو مجھ سے جو یہ کام نمایاں ہو تو دنیا میں نام ہو آخرت میں اجر فراواں ہو یہ دل میں سوچکر شہر میں آ ایک امیر کے در دولت پر جا کر دربانوں سے کہا مسافر ہوں بے خانماں کسی امیر کو ڈھونڈھتا ہوں تمھارے صاحب کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سنکر آیا ہوں اگر بندے کو اپنی بندگی میں لیں اور بندہ نوازی فرمائیں بدل و جان خدمت بجا لاؤں اُنمیں سے ایک نے جا کر امیر کی خدمت میں شہزادے کی کیفیت عرض کی فرمایا اُسے حاضر کرو وہ لیگیا امیر نے اُسکے منھ کو دیکھ کر کہا یا الٰہی کیا آفتاب چوتھے آسمان سے انسان کے قالب میں آیا یا کوئی غلمان بہشت بریں سے

شعر

پیشانی ناز نیں پہ اُس کی		چمکے گا ستارۂ بلندی	

غرض کہ امیر نے اُسکو اپنی خدمت میں سرفراز کیا

تیسری داستان تاج الملوک کے تختہ نرد کھیلنے کی دلبر لکھا ہو اُسکے اور جیتنے میں تمام مال و اسباب کے تصویر تاج الملوک و دلبر بیسوا اور تختہ نرد کھیلنے کی
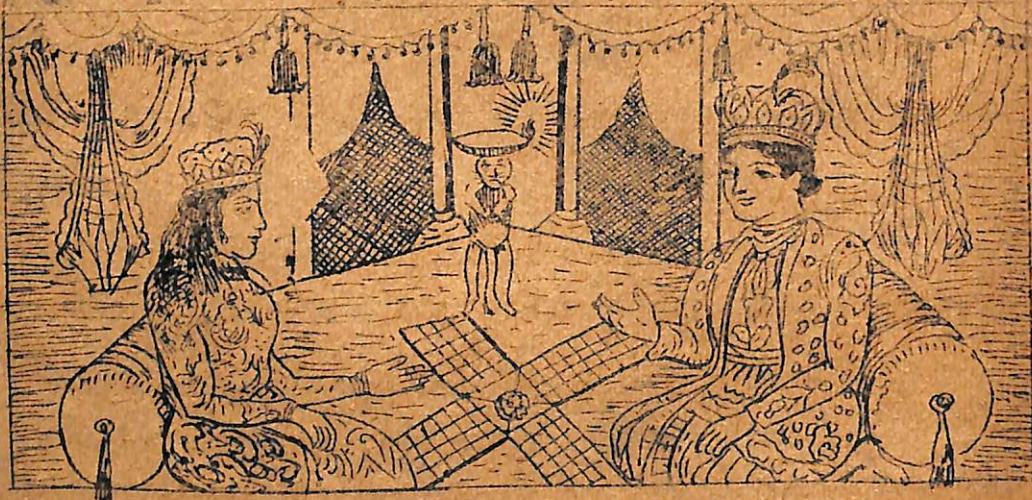
جب تاج الملوک کو امیر کی خدمت میں کئی مہینے گذرے اور اُسنے اپنی وجہ مقررہ سے کچھ روپے جمع کیے ایک دن اُسکی خدمت میں عرض کی کہ ایک فدوی کے آشناؤں میں سے اس شہر میں تازہ وارد ہے اگر حکم ہو تو ہر روز چار گھڑی کے واسطے اُسکے پاس جایا کروں دل بہلایا کروں امیر نے کہا بہتر پس شہزادہ ہر قدر تختہ نرد کھیلنے والونکے پاس جا بیٹھتا اور کھیلتا جب اُسکے قانون دریافت کر لیے اور ہر ایک سے بازی ہاتھ آنے لگی یہ تجویز کیا اب اُس عیارنی سے کھیلیے اور اپنے طالع کے قرعہ کو تختۂ امتحان پر پھینک کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیے کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے پھر تو ایک روز شاہزادہ اُسکے دروازہ پر گیا دیکھا کہ ایک بڑھیا اندر سے باہر آتی ہے کسی سے پوچھا یہ کون ہے اُسنے کہا یہاں کی یہی مدار المہام ہے بے مشورہ اسکے وہ کچھ کام نہیں کرتی ہے تاج الملوک نے دل سے کہا کہ اب کچھ مکر پھیلایا چاہیے دام محبت میں اسکو لایا چاہیے اُسکے ہاتھ میرا کام نکلے تو نکلے اُس دن تو شاہزادہ چلا آیا پھر ایک روز وہی بڑھیا اُسکو دکھائی دی سلام کیا اور پاؤں پر سر رکھ کر بے اختیار رونے لگا بڑھیا نے پوچھا تو کون ہے کدہر سے کہاں آیا اگر دیوانہ ہے یا مظلوم کہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے شہزادے نے کہا ابیات

کیا مجھسے پوچھتے ہو میں ہوں کمال مضطر
دو دن کی زندگانی مجھپر عجب بلا ہے

دنیا میں کوئی مجسا ڈھونڈھو تو پاؤ کمتر
گردش سے آسمانکی کیا کیا ستم ہے مجھپر

آتش سے غم کی میرا سینہ جلا بھنا ہے
سایہ بغیر اپنا ساتھی نہیں نہ رہبر

اے ماما مسافر ہوں بے سر و پا اس شہر بیگانے میں نہ کوئی یار نہ آشنا بجز باری تعالےٰ کی ذات کے نہ اپنا کوئی پشت و پناہ نہ کسی کا آسرا ہو رب دیس میں میرا وطن ہے ایک میری دادی تھی وہ بھی قضائے الٰہی سے کئی برس ہوے کہ اس عالم فنا سے ملک بقا کو کوچ کر گئی اُسکے تمام آثار تجھ میں پائے اسواسطے بصد آرزو تیری پابوسی کی اگر میرے حال زار کو الطاف کی نظر سے تو دیکھے اور اس عاجز کی غریبی اور بیکسی پر رحم فرمائے تو میں تیرا ہو کر رہوں اور دادی کی جگہ تجھ کو تصور کروں بیت

نظر سے اپنی جو کرتے ہیں خاک کو اکسیر
کبھی تو گوشۂ چشم اس طرف کریں للہ

ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ اس بڑھیا کا دل پھسل گیا بلکہ شعلۂ آواز سے موم کے مانند دل گھل گیا بولی اے جوان میرا بھی اس جہان میں اپنا کوئی نہیں رہا آج سے میں تیری دادی تو میرا پوتا پھر تاج الملوک نے کہا دادی صاحب کئی روز سے میں ایک جگہ نوکر ہوں اُسکی فرمانبرداری لازمی ہے ہر روز تمھاری قدمبوسی کیواسطے نہ پہونچ سکونگا مگر کبھی کبھی۔ بڑھیا نے کہا بیٹا کیا مضائقہ ہے اگرچہ شہزادے نے ہر روز کے آنے کا عذر کیا لیکن اُس عجوزہ کے گھر روز جاتا اور چاپلوسی اور تملق کی باتیں بناتا آخرش رفتہ رفتہ اُسکا محرم راز ہوا اسی طرح سے کچھ روز گذرے ایک دن شہزادہ کچھ روپے اُسکے پاس لیگیا اور کہا دادی صاحب یہ روپیہ رکھ چھوڑو اگر کسی کام میں درکار ہوں تو

خرچ کر وہ بولی بیٹا میں تیرے روپے لیکر کیا کرونگی خدا کا دیا میرے گھر سب کچھ ہے کسی چیز کی کمی نہیں اگر تجھے کسی کام کے لیے درکار ہو تو یہ نقد و جنس تیرا ہے بے وسواس اپنے تصرف میں لا شعر

کھانے کے لیے یہ زر ہے اے نور بصر	رکھنے کے لیے تو سنگ و زر یکساں ہے

غرض شاہزادے نے جب اُسکو اپنے حال پر مہربان پایا ایک روز ادھر اُدھر کا تذکرہ کر کے کہنے لگا کہ اے دادی صاحب تم کو کچھ معلوم ہے کہ جو کوئی اس عیارنی کے ساتھ تختۂ نرد کھیلتا ہے اس سے بازی نہیں پاتا اُسنے جواب دیا بیٹا یہ راز بہت نازک ہے خبردار ہرگز کسی سے نہ کہیو ایسا نہ ہو کہ یہ بات طشت از بام افتادہ ہو اور اسکی بھنک اُس خام پارہ کے کان میں پڑے جو میرے زوال کا باعث ہو شہزادے نے کہا استغفر اللہ یہ کیا بات ہے بڑھیا بولی کہ اسنے ایک بلی اور چوہے کو پرورش کر کے یہ سکھایا ہے کہ بلی کے سر پر چراغ رکھے تو وہ لیے رہے اور چوہا چراغ کے سایہ میں بیٹھا رہے جب اُسکے خاطرخواہ پانسا نہ پڑے تب بلی چراغ کو ہلا کر کے نردوں پر سایہ کرے اور چوہا پانسہ اُسکے حسب دلخواہ اُلٹ دے پس جو کوئی اُس سے کھیلنے آتا ہے وہ بیچارہ بازی ہار جاتا ہے اور یہ بلی چوہے کی مدد سے بازی جیت لیتی ہے لیکن کسی کھلاڑی پر یہ بھید آج تک نہیں کھلا اور جو کوئی اس ارادے پر آیا اُسنے داغ ندامت کا اپنی پیشانی پر کھایا تاج الملوک جب یہ بات دریافت کر چکا بازار میں گیا اور نیولے کا بچہ مول لیکر اُسے آستین میں رکھ کر یہ سکھانے لگا کہ جوہیں وہ چٹکی کی آواز پائے وہیں بچہ پلنگ کیطرح آستین سے کود کر باہر آئے جب اس طرح سیکھ سکھا کر وہ طاق ہوا تب ایک روز شہزادے نے بڑھیا سے یہ مکر پھیلایا کہ میں اب اس نوکری سے اُداس ہوا ہوں اگر تو ہزار روپے سے میری مدد کرے تو تجارت کروں بڑھیا نے کوٹھری میں لیجا کر کہا دیکھ بیٹا یہ سب روپیہ حاضر ہیں جتنا جی چاہے اُٹھا لے تب شاہزادہ ہزار روپیہ اُس سے لیکر امیر کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میرے آشناؤں میں سے ایک شخص کا آج بیاہ ہے اگر سرکار سے ایک خلعت فدوی کو مرحمت ہو تو اُس مجلس میں جا کے ہمچشموں میں عزت پائے امیر نے اپنا ملبوس خاص شہزادے کو عنایت کیا اور فرمایا گھوڑوں میں سے بھی جو تیرے پسند ہووے جا تب تاج الملوک حضور کے خاصے پر سوار ہو کر اُس بیسوا کے دروازے پر گیا اور گھوڑے سے اُتر کر بیبا کانہ قدم اندر رکھا اس ہیئت سے اُسے دیکھ کر اُسکے منھ کا رنگ اُڑ گیا گھبرائی استقبال کے لیے دوڑی آئی شاہزادے نے کہا کہ تو ایک مدت سے اس شہر میں مسافروں کی دمساز رہتی ہے اور عاشق مزاجوں کی ہمراز رہتی ہے اور میں کہ اس شہر کے والی کا خواص ہوں کبھی مجھ سے رجوع نہیں ہوتی بہرحال لاکھ تحفہ یاروں کے

بھی نذر کر اُسنے شاہزادہ کو باعزاز تمام جڑاؤ کرسی پر بٹھایا اور آپ ہٹکر پیچھے بیٹھی اسی شاطر فلک کج باز نے آفتاب کی سنہری نرد کو مغرب کے گھر میں چھپایا اور فرقدان کی روپہلی گوٹوں کو تخت طلوع پر بٹھایا شہزادے نے کہا میں نے سُنا ہی کہ تجھکو تختۂ نرد کھیلنے سے بڑا شوق ہی آ ایک بازی کھیلیں اُس مکرہائی نے پہلے تو انکار کیا آخرش شہزادے کے کہنے سے تختۂ نرد منگوا کر بدستور قدیم بلی کے سر پر چراغ رکھا اور لاکھ روپئے کی بازی بدکر پانسا پھینک دیا پہلی بازی تو شہزادے نے جان بوجھ کے ہار دی اور اُسنے بلی چوہے کی مدد سے جیت لی پھر دوسری بازی لگا کر کھیلنے بیٹھے جو ایک پانسا اُسکے خاطر خواہ نہ پڑا وہیں بلی نے سر ہلایا چوہے نے چاہا کہ پانسے کو اُلٹ دے تاج الملوک نے چٹکی بجائی نیولا بچۂ پلنگ کی طرح جست کرکے آستین سے باہر نکلا چوہا تو اسکی صورت دیکھتے ہی کافور ہو گیا اور بلی پر بھی دہشت غالب ہوئی چراغ سر سے پھینک کر ہوا ہوئی شاہزادے نے برہم ہوکر کہا کہ اے عیارنی تو نے یہ کیا بھگل نکالا ہی باوجودیکہ تیرے گھر کو ہر شب چراغ تک ہی ایک شمعدان بھی نہیں رکھتی وہ اس گفتگو سے نہایت خجل ہوئی غیرت سے پسینے پسینے ہوئی اُسیوقت جڑاؤ شمعدان منگوا کر رکھا اور دونوں پھر اسی کام میں مشغول ہوئے کہنے والے نے یوں کہا ہے کہ شاہزادے نے اُس رات میں سات کرور روپئے جیتے اتنے میں صبح صادق ہوئی تاج الملوک نے کہا کہ اب حضرت جہاں پناہ کے ناشتے کا وقت عنقریب آ پہونچا ہی اگر میں اسوقت حضور اعلیٰ میں حاضر نہ ہوں گا تو موجب قباحت کا ہوگا یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ روپئے شام کے وعدے پر اُسکے پاس چھوڑ کر امیر کی خدمت میں آکر حاضر ہوا شام کے انتظار میں تمام دن جوں توں کاٹا سورج کے ڈوبتے ہی سج سجا کے ایک ایسے گھوڑے باد رفتار پر کہ جسکی جلدی کے رشک سے باد صبا بھی ہر دم دم سرد بھرتی تھی سوار ہوکر اُسکے گھر پر پہونچا یہ خبر سنکر اُس نے چند قدم بچارنا چار استقبال کیا اور شاہزادے کو بدستور کرسی پر لاکر بٹھایا کھانا کھانے کے بعد کرور روپئے کی بازی بدکر کھیلنے لگے کہتے ہیں کہ اس کھلاڑن نے آدھی رات کے عرصہ میں قریب سو کرور کے جو اُسکے نقد خزانہ میں تھے ہار دیے تب ششدر ہوکر شش وپنج کرنے لگی آخر اثاث البیت کی نوبت پہونچی وہ بھی تاج الملوک کے ہاتھوں ہاتھ لگا پھر اُسنے کہا اب تو تیرے پاس کچھ باقی نہیں رہا اتنی رات کس شغل سے کٹے گی اب پورب پچھم کے شہزادے تو نے قید کیے ہیں اُن پر بھی ایک بازی کھیل اگر تو جیتے تو لاکھ روپئے دوں نہیں تو اُنکو بھی لیلوں در رچا ہوں سو کروں اس بات پر وہ راضی ہوئی پلک مارتے ہی شہزادے نے وہ بھی بازی جیت لی تب وہ بولی کہ اے جوان جوان بخت ایک بار اور میں اپنا نصیب آزماؤں اگرچہ یہ بازی میرے ہاتھ آئے تو اپنی سب جنس ہاری ہوئی تجھسے پھیر لوں نہیں تو تیری لونڈی ہوکر رہوں شہزادے کے طالع کا ستارہ آسمان ترقی پر چمک رہا تھا بات کی بات میں وہ بھی بازی جیت لی تب وہ

سروقد اُٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ اے جوان خدا کی مدد سے تو نے مجھے اپنی لونڈیوں میں ملایا غرضکہ جس شکار کیواسطے روئے زمین کے بادشاہوں نے تمام عمر صرف کی بخت بلند کی مدد سے اُسکو تو نے ہاتھوں ہاتھ پکڑ لیا اب یہ تیرا گھر ہی مجھ کو اپنے نکاح میں لا اور باقی عمر دولت و حشمت کے ساتھ بسر لیجا تاج الملوک نے کہا کہ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا مجھے ایک بڑی مہم درپیش ہو اگر حق تعالے کے فضل و کرم سے میں اُسپر فتحیاب ہونگا تو البتہ تو بھی کامیاب ہوگی اب تجھے لازم ہو کہ بارہ برس تک میرے انتظار میں نیک بختی کا لباس پہنکر حق تعالے کی عبادت میں مشغول رہے اور اپنے کسب سے ہاتھ اُٹھائے اُسنے کہا اے بوستان سرداری کے تو نہال ابتک تیرے گلشن جوانی کا شگوفہ نہیں پھولا اور بہار شباب کے چمنوں پر صرصر پیری کا جھونکا بھی نہیں لگا کیا لازم ہی جو تو سفر کرکے آتشکدہ محنت میں عمداً آپکو گرائے اور آتش سرگردانی قصر شادمانی میں قصداً لگائے مجھ کو بھی اس کیفیت سے مطلع کر کہ میں بھی تیرے ساتھ جب تک میرے قالب میں جان رہے اور وہ مہم سر نہ ہو سعی اور تردد کروں کہ اب مجھ کو تیرے بغیر یہ گھر بندی خانہ ہے بیت

ہر در و دیوار پر لکھ دیجیے اس بات کو		اے فصیحی گھر بغیر از یار کے زندان ہے	

جب اُس علامہ نے اس راز سربستہ کے کھولنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا تب شاہزادے نے کہا کہ سن میرا نام تاج الملوک ہے اور زین الملوک شرقستان کے بادشاہ کا بیٹا ہوں قضا کا میرے باپ کی آنکھیں جاتی رہیں حکیموں اور طبیبوں نے بالاتفاق گل بکاؤلی کے سوا اور کچھ دوا تجویز نہ کی اُسی وجہ سے میرے چار بھائی جو چند روز سے تیری قید میں ہیں گل مذکور کی تلاش کو نکلے ہیں میں بھی خفیہ اُنکے ساتھ تھا وہ تو تیرے مکر و فریب کے دام میں پھنس گئے میں سیکڑوں حیلوں سے تجھ تک پہونچا اور غالب ہوا اب اُسی کی تلاش میں جاتا ہوں اگر گل مقصود میرے ہاتھ آیا تو آیا نہیں تو اُسکے پیچھے جان دے کر میں نے اپنی جان سے ہاتھ اُٹھایا اُسنے کہا اے شہزادے یہ کیا خیال باطل تیرے دلمیں سمایا اور اندیشۂ فاسد تیرے جی میں آیا ذرے کو کیا مجال کہ آپ کو آفتاب کی منزل تک پہونچائے پرندے کی کیا طاقت کہ آپ کو ہمدم صبا بنائے سُن بکاؤلی پریوں کے بادشاہ کی بیٹی ہی اُسکے باغ میں وہ گل ہی اسکی چار دیواری کو آفتاب بھی نظر اُٹھاکے نہیں دیکھ سکتا ہی ہزاروں دیو اُسکی نگہبانی کیواسطے چاروں طرف مستعد رہتے ہیں کسی ذی روح کو طاقت نہیں کہ بے اجازت اُنکے وہاں تک پہونچے اور بیشمار پریاں پاسبانی کے لیے ہوا پر مقرر ہیں کہ کوئی پرندہ پر نہ مارے اُسکے سوا زمین پر سانپ بچھو لا انتہا آٹھ پہر چوکی دیتے ہیں کہ کوئی شخص کسی راہ سے بھی اُسکے پاس نہ پہونچ سکے اور زمین کے نیچے چوہوں کا بادشاہ

ہزاروں چوہوں کے ساتھ رات دن خبرداری کرتا ہے کہ سرنگ کی راہ سے بھی کسی کی رسائی نہ ہو پس تو یہ ہر چیونٹی چاہے کہ رینگتی ہوئی کسی حیلہ سے اُس تک پہونچے ممکن نہیں ہے اے شاہزادے تو اس خرابی میں زنہار گرفتار نہ ہو قرآن شریف میں آیا ہو کہ نہ ڈالو تم اپنے ہاتھ ہلاکت کیطرف اور شیخ سعدیؒ شیرازی نے بھی فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے **بیت**

کوئی مرتا نہیں ہے بن آئے ایک تو منھ میں اژدہے کے نہ جا

شہزادے نے کہا فی الحقیقت یہی بات ہو مگر حق تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے خلیل اللہ پر آگ کو گلزار کر دیا تھا اگر میں عاشق ثابت قدم ہوں اور میرے عشق کا جذبۂ صادق ہے تو البتہ شاہد مراد کے دامن تک میرا دسترس ہوگا ع

کیا کر سکے ہے دشمن جو دوست مہرباں ہو

تو میرے چھوٹے سے قد پر نہ جا اگرچہ بنی آدم قوت میں دیو سے کمتر ہیں لیکن فہم و فراست میں زیادہ تر ہیں چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ بزرگی دی ہم نے آدم کو

حکایت برہمن اور شیر کی

آہ تو نے سُنا ہو یا نہیں کہ کسی جنگل میں ایک روز برہمن کا گذر ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر موٹی رسی سے جکڑا ہوا پنجرے میں بند ہو وہ اُسکو دیکھکر نہایت غریبی سے گڑگڑانے لگا کہ اے دیوتا اگر تو میرے اس حال زار پر

رحم کرے اور اس قید سے مجھ کو نجات دے تو اس جاں بخشی کے عوض ایک ایک دن میں بھی تیرے کام آؤنگا برہمن سادہ لوح کا دل شیر کے بلبلانے پر بھر آیا مگر عقل کے اندھے کو یہ نہ سوجھا کہ دشمن ہی اسکی بات کا اعتبار نہ کیا چاہیے بے تامل قفس کا دروازہ کھولکر اُسکے ہاتھ پاؤں کھولدیے بند سے خلاص ہوتے ہی اُس خونخوار نے اُس کوتہ اندیش کو گردن سے پکڑ کر اپنی پیٹھ پر ڈال لیا اور وہاں سے چل نکلا **بیت**

نیکی کرنی بدوں سے ایسی ہے	جیسے نیکوں سے کی بدی تونے

برہمن نے کہا اے شیر نر میں نے تجھ سے بھلائی کی نیکی کی امید پر اور تو ارادہ بدی کا رکھتا ہی **مصرع**

میں نیکی سے گذرا بدی بھی نہ کر

شیر بولا کہ ہمارے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہی اگر میرے کہنے کا اعتبار نہ ہو تو چل کسی دوسرے سے پچھوا دوں جو وہ کہے سو صحیح اس بات پر وہ گو برگنیش راضی ہوا اُس جنگل میں بڑا پُرانا برگد کا درخت تھا شیر اور برہمن اُسکے نیچے گئے شیر نے اپنی درخواست اُس سے ظاہر کی اُسنے اُسکے جواب میں کہا شیر سچ کہتا ہی اُس وقت میں نیکی کا بدلہ بدی کے سوا اور کچھ نہیں اے برہمن سُن کہ میں بر سر راہ ایک پاؤں سے کھڑا ہوں اور سب چھوٹے بڑے مسافروں پر سایہ کرتا ہوں لیکن جو مسافر گرمی کا مارا ہوا میرے سایہ میں آکر دم لیتا ہے بیٹھکر ہوا کھاتا ہی وہ چلتے وقت اپنے سر پر سایہ کرنیکو میری ڈالی توڑ کر لیجاتا ہی کوئی میری شاخ کی لاٹھی بناتا ہے کہہ بھلائی کا عوض بُرائی ہی یا نہیں شیر نے کہا کہو اب دیوتا کیا کہتے ہو اُسنے کہا کسی اور سے بھی پوچھ شیر نے چند قدم آگے جاکر راستے سے اس بات کو پوچھا اُسنے کہا شیر سچا ہی سُنو شیر جی مسافر مجھے بھول کر ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہی جب میں اُسے ملتا ہوں تب وہ بآرام تمام اپنی منزل مقصود کو پہونچتا ہی لیکن اُسکے بدلے وہ میری چھاتی پر پیشاب کرتا ہی جا ضرور بھی پھرتا ہی برہمن بولا تیسرے سے اور بھی دریافت کر پھر جو تیری رضامندی ہووے بہتر ہے شیر آگے بڑھا سامنے سے ایک گیدڑ ٹیلے پر بیٹھا نظر آیا اُسنے ارادہ بھاگنے کا کیا شیر نے للکارا کہ اے گیدڑ تو کچھ اندیشہ نہ کر ہم ایک بات تیرے پاس پوچھنے آئے ہیں تب وہ بولا کہ حضرت کو جو کچھ ارشاد کرنا ہی دور سے فرمائیے کہ خود بدولت کے رعب سے اس عاجز کا طائر ہوش و حواس اُڑا جاتا ہے شیر نے کہا کہ اس برہمن نے مجھ سے نیکی کی اور میں اس سے ارادہ بدی کا رکھتا ہوں تو کہہ اس مقدمہ میں کیا کہتا ہی گیدڑ نے عرض کی یہ بات جو آپ ارشاد کرتے ہیں اس خاکسار کے خیال میں نہیں آتی آدمی کی کیا مجال جو قوی ہیکل جانوروں کے شاہنشاہ سے کہ جسکے روبرو انسان پشہ سے بدتر ہی کچھ نیکی کر سکے مجھ کو اس بات کا

ہرگز اعتماد نہیں آتا جب تک کہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں شیر نے کہا اچھا ہم دکھا دیں پھر شیر برہمن کو لیے آگے آگے اور گیدڑ آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے روانہ ہوا ایک آن میں پنجرے کے پاس تینوں آ کر پہونچے برہمن نے کہا کہ اے گیدڑ شیر اسی پنجرے میں بند تھا میں نے خلاص کیا کہ تیرا کیا فتویٰ ہے گیدڑ بولا کہ اتنا بڑا شیر اس چھوٹے سے پنجرے میں کیونکر تھا اب میرے روبرو پھر آپ میں جائے اور جس طرح اسکے ہاتھ پاؤں بندھے تھے اُسی صورت سے باندھ کے پھر کھولے تو میں جانوں شیر اندر گیا اور برہمن اُسکے ہاتھ پاؤں باندھنے لگا گیدڑ نے کہا اگر آگے سے اسکے باندھنے میں کچھ بھی فرق کریگا تو باللہ میں ہرگز اس بات کا جواب دے سکونگا اُسنے گیدڑ کے کہنے سے شیر کو خوب مضبوط باندھا اور پنجرے کا دروازہ بند کرکے کہا اے گیدڑ دیکھ اس طرح یہ گرفتار تھا جو میں نے کھولا گیدڑ بولا پتھر پڑیں تیری عقل پر اے نادان ایسے دشمن قوی سے نیکی کرنی اپنے پاؤں میں کلھاڑی مارنی ہے تجھے کیا ضرور کہ دشمن کو قید سے چھڑائے جا اپنی راہ لے دشمن تیرا مغلوب ہوا اے عزیز سچ ہے جو کوئی بےصبری اور فریاد اپنے نفس کی جو مثل شیر جسم کے پنجرے میں بند ہے اُسنے اور اُسکے حال پر رحم کرکے صبر و توکل کی رسی اسکے ہاتھ پاؤں سے بیجا کھولدے تو بہر صورت آپ کو اُسکا لقمہ بنائے مگر خضر رہنما کی دستگیری سے بچے تو بچے اے میوا یہ ذکر جسواسطے میں نے کیا جو تو جانے کہ طاقت جسمانی قوت روحانی پر زیادتی نہیں رکھتی اب تجھے یہ لازم ہے کہ پورب پچھم کے شاہزادوں کو جو تو نے اپنے مکر و فریب سے قید کیا ہے چھوڑ دے حق تعالےٰ تجھ کو بھی دوزخ کی قید سے نجات دیگا لیکن اپنے بھائیوں کیواسطے بہت تقید سے کہا کہ جب تک خدا مجھے پھر یہاں لائے اُن کی حفاظت قرار واقعی کیجیو یہ کہکر رخصت چاہی تب اُس نے با چشم خونبار یہ چند اشعار پڑھے

اشعار

آتشِ سوزاں میں تو اے شوخ بے پروانہ جا
نقد جان بیکساں کو چھوڑ کر تنہا نہ جا

تشنہ لب اے ابرنیساں اس صدف کو چھوڑ کر
جانب ویرانہ ظالم اس قدر دوڑا نہ جا

چل رہی ہے چار سو باد حوادث تیز و تند
کلبۂ احزاں سے تو اے شادی دلہا نہ جا

تو نہیں واقف ہے حیلے سے زمانے کے ابھی
یوسف دوراں یہ زنداں ہے تو پھر آنہ جا

جسمیں تو جاتا ہے وہ ہے بحر ناپید اکنار
مان میری بات کو ظالم یہیں رہ جا نہ جا

حشر میں پروانہ کو ظالم تو کیا دے گا جواب
چھوڑ کر اُن کو کہیں اے شمع نور افزا نہ جا

اے عزیز تو نے معلوم کیا کہ یہ میں نے کیا کہا اس بات کا حاصل یہ ہے کہ دل عرش منزل تیرا جو رونق بخش تخت بادشاہی کا اور دیکھنے والا ماسوا اور مجرد کا تھا جب اُسکی آنکھ اس خلقت ناپاک پر پڑی اُس کی

بصارت کو زنگ لگا اور دیدۂ روشن تاریک ہوگیا اب اُٹھ اور سرمۂ بینائی ڈھونڈھ یعنی گل مراد کی تلاش میں کوشش
کر لیکن اس راہ میں دنیائے عیارہ کی بازی میں کہ تختہ فریب کا دھرا ہوا ہے مشغول نہ ہونا مبادا وہ فاحشہ پہلے تجھ
کو فریفتہ کر کے بتائے اور بعد اُسکے مکر کی بلی اور فریب کے چوہے کی مدد سے اچھا پانسا اپنے حسب مرضی
پھینکے اور اچانک تیرے توکل کا سرمایہ آخر ہو جائے تب تجھ کو دائم الحبس کر رکھے اگر تو صبر کے نیولے کی اعانت
سے اس مکارہ کی بازی طلسم کو درہم کرے تو وہ فاحشہ جو بادشاہوں و گردن کشوں کی ہمنشین ہے تیری فرمانبردار
لونڈی ہو کر چاہے کہ تجھ کو اپنے حسن و جمال پر لبھائے پھر اگر تو اُسکے منہ پر الفت سے نگاہ کرے تو یقین ہے کہ
گل مراد کے دامن تک تیرا دسترس ہو

چوتھی داستان تاج الملوک کے پہونچنے کی بکاولی کی سرزمین میں دیو کی مدد سے

راوی شیریں زباں یہ داستان یوں بیان کرتا ہے کہ تاج الملوک نے ٹھاٹھ قلندرانہ کیا اور چہرے پر راکھ مل
پھر خدا کا نام لیکر چل نکلا بعد کئی روز کے ایک ایسے وادی پرخار میں کہ جسکی انتہا نہ تھی تاریکی سے ہرگز دن رات
میں فرق معلوم نہ ہوتا تھا سپیدی و سیاہی میں ذرا بھی امتیاز نہ کیا جاتا تھا وہاں جا کے وارد ہوا اور اپنے
دل کو ڈھارس دے کہنے لگا کہ اے عزیز یہ پہلی ہی بحر مصیبت کی لہر ہے تجھ کو تو ابھی سات دریا کا دریا تیرنا ہے ہمت کی
کمر چست باندھ اور سمندر کے مانند آپ کو آتشکدہ میں ڈال دیکھ تو خدا کیا کرتا ہے بیت

غواص کرے خوف جو گھڑیالوں سے — تو ایک بھی موتی نہ لگے ہاتھ اُس کے

یہ سوچ کر آخرش اُس صحرا میں جا نکلا جو قدم پڑتا تھا کانٹا گڑتا تھا ہر گام پر آہ و نالہ کرتا تھا غرض اُس دشت
پرخار میں جو جاہلوں کے دل سے تاریک تر تھا درندوں کا مسکن پرخطر تھا اگر ایک دم وہاں آفتاب آئے تو اپنا
نور کھو جائے ہر طرف اژدہے بھوکے پیاسے منہ کھولے پڑے تھے گویا خالی گھروں کے دروازے چھالوں کے
سوا نہ کہیں دانہ پھپھولوں کے سوا نہ کوئی آبشار مدت تک شاہزادہ داہنے بائیں چاروں طرف دوڑتا پھرا جھاڑیوں
کی رگڑوں سے بدن چھل گیا ہر ایک عضو سے لہو ٹپکنے لگا یہانتک کہ پھول سے تلوے اُسکے ببول کے
کانٹوں سے چھد گئے کہتے ہیں کہ شاہزادے نے ایسی مصیبت و محنت اُٹھا کر بارے اُس جنگل کو طے کیا اور
لاکھوں سجدے شکر الٰہی کے بجا لا کر آگے بڑھا سامنے سے ایک دیو پہاڑ سا بیٹھا نظر آیا اور وہ سمجھا یہ پہاڑ ہے جب
نزدیک پہونچا دفعۃً اُس ظالم نے اپنے سر کو بلند کیا ہمسر فلک ہو گیا اور مارے خوشی کے گرج کر بولا کہ تصدق جاؤں
میں اپنے رزاق کے اور قربان ہوں اُس خالق کے کہ جسنے ایسا لقمۂ لطیف مجھ دیو کثیف کیواسطے گھر بیٹھے بھیجا

یہ کہکر شہزادے سے مخاطب ہوکر بولا کہ اس ایام جوانی میں تجھے کس نے عروس اجل کا مشتاق کیا اور حلاوت زندگانی کو تجھ پر شاق کیا جو تو شہر حیات کو چھوڑ کر اپنے خواہش سے ویرانہ موت میں آیا شہزادہ اسکی ہیبت سے تھرایا چہرے کا رنگ پتنگ سا اڑ گیا منھ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں کہا اے دیو تو میرا حال کیا پوچھتا ہے کہ زندگانی اس دنیائے فانی کی مجھ پر وبال ہوئی ہے اگر مجھے اپنی جان عزیز ہوتی تو میں ہرگز آپ کو موت کے پنجے میں نہ ڈالتا اور تجھ سے خونخوار کے دام میں گرفتار نہ ہوتا اب مجھ کو زندگانی کی صحبت سے چھڑا اور بلا توقف میرا کام تمام کر کہ ایک ساعت کی زیست مجھ پر سو برس کی مشقت کے برابر ہے **بیت**

نہیں تو نیم نفس بھی بہت ہے جینے کو	کٹے خوشی سے تو ہے زیست خضر کی تھوڑی

دیو کو اُسکی دردانگیز باتوں پر رحم آیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر یہ بات زبان پر لایا کہ اے آدم زاد میں تجھے ہرگز رنجیدہ خاطر نہ کرونگا اور سرمو تصدیعہ نہ دونگا بلکہ اپنی پناہ میں رکھ کر جس مطلب کے واسطے نکلا ہے اُسمیں کوشش اور مدد کرونگا پس ہر روز دیو شاہزادہ پر شفقت زیادہ کرتا اور پیار بادلا سا دیا کرتا تاج الملوک میٹھی میٹھی باتیں کرکے اُس سے شیر و شکر کے مانند ہلگیا اور چاپلوسی و تملق سے اُسکو محبت کے شیشہ میں اُتارا القصہ ایک روز دیو نے مہربان ہوکر کہا تیری غذا کیا ہے میں لاؤں تاج الملوک نے عرض کی آدمیوں کی غذا شکر گھی مائدہ گوشت وغیرہ یہی چیزیں ہیں یہ سنتے ہی دیو اُٹھ دوڑا اور ایسے قافلہ پر پہونچا کہ جس کے لوگ شکر اور گھی اور میدا اونٹوں پر لادے ہوئے کہیں لیے جاتے تھے وہ لدے لدائے اونٹ اُٹھا کر شہزادے کے آگے لے آیا کہا اپنی خورش لے اور اسمیں سے کچھ کھا تاج الملوک نے اونٹوں پر سے وہ سب اُتار لیا اور اُنھیں جنگل میں چھوڑ دیا پھر ہر روز اپنے کھانے کے موافق کچی پکی روٹی پکا کر کھانے لگا اسی طرح چند روز گذرے ایک دن شاہزادے نے کئی من میدا لیکر اُسمیں گھی شکر ملا کر بڑی بڑی پتھر کی چٹانوں پر ڈال کے ہاتھ پاؤں سے خوب روند کر گوندھا پھر ادھر اُدھر سے سوکھی لکڑیاں جمع کرکے روغنی روٹ سینک سانک تیار کیے اور ایک اونٹ کے کباب بھی خوب نمکین بھونے دیو نے دیکھ کر پوچھا کہ آج تو نے کیوں اتنی تکلیف اُٹھائی اور کس واسطے فضولی پر کمر باندھی تاج الملوک نے کہا یہ سب تمھارے لیے ہے تاکہ تم بھی ایک نوالہ اسمیں سے کھا کر آدمیوں کے کھانے کی لذت دریافت کرو دیو نے ایکبارگی سب کا سب اُٹھا کر منھ میں ڈال لیا ازبسکہ اس طرح کے کھانے کی اُسنے کبھی لذت نہ چکھی تھی مارے خوشی کے اُچھل اچھل کر کھاتا تھا اور بار بار شاباش کہکر تعریف کرتا تھا اور کہتا تھا اے آدمی زاد تو نے مجھے ایسی چیز کھلائی کہ میرے

باپ دادے نے بھی کبھی نہ کھائی ہوگی بلکہ آج تک کسی دیو نے ایسے کھانے کی لذت نہ پائی ہوگی اس روٹی کے ٹکڑے کا احسان میں ابد تک مانوں گا اور دل سے تیرا ممنون رہوں گا شاہزادے نے جو اُس کی رغبت دیکھی تو ہر روز نئے قسم کی روٹی اور کباب تیار کرکے کھلاتا دیو نہایت محظوظ اور خوش ہوتا یہانتک کہ ایک روز خود بخود کہنے لگا اے آدم زاد تو ہر روز اس لقمۂ لذیذ سے مجھے ایسا خرسند رکھتا ہی کہ اگر میرے بدن پر ہر روئیں کی جگہ زبان پیدا ہو اور ہر زبان سے شکر تیرے احسان کا ادا کروں تو بھی نہ ہوسکے لیکن اب تک تیرا کوئی کام میرے ہاتھ سے نہیں نکلا اگر کچھ مطلب ہو تو بیان کر تاج الملوک نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ دیوؤں کا مزاج اکثر جھوٹ کی طرف راغب ہوتا ہے اور اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اگر تم حضرت سلیمانؑ کی قسم کھاؤ تو میں اپنا راز تم سے ظاہر کروں تب دیو بولا کہ میں اس بزرگ قسم سے ڈرتا ہوں خدا جانے کیا کہے اگر وہ مجھ سے نہ ہوسکے تو مرنا پڑے آخرش چار ناچار قسم کھائی اور پوچھا کہو کیا مطلب ہے تاج الملوک نے کہا کہ ایک مدت سے مجھ کو ملک بکاؤلی کی سیر کا سودا ہوا ہے اُس سرزمین میں پہونچادے یہی میری آرزو ہے یہ بات سنتے ہی اُسنے ایک دم سرد سینہ سے کھینچا اور رد و پتھر اپنے سر پر مار کر بیہوش ہوگیا بعد ایک رات کے ہوش میں جو آیا ہائے ہائے کرنے لگا اور ماتم زدوں کی صورت بناکر بولا اے آدم زاد حق تعالےٰ نے تیری اجل کا سرشتہ میرے ہاتھ میں نہ دیا بلکہ میری حیات کی باگ تیرے ہاتھ میں دی سن بکاؤلی پریوں کے بادشاہ کی بیٹی ہے اٹھارہ ہزار دیو بلکہ اس سے بھی زیادہ اُسکے باپ کے غلام ہیں وہ ہر طرف اُسکے ملک کی پاسبانی کرتے ہیں تو ایک طرف وہاں کے خاص چوکیدار جو اُس ملک سے نزدیک ہیں اُنھوں نے بھی اُس شہر کی چار دیواری کو نہ دیکھا ہوگا کسی ذی حیات کی کیا طاقت بلکہ صرصر بھی اُن دیوؤں کی اجازت کے بغیر جو برس روز کی راہ تک نگہبان ہیں ممکن نہیں کہ پہونچ سکے اور پریاں بیشمار دن رات نگہبانی میں مشغول ہیں کہ کوئی پرندہ اُس سرحد میں پر نہ مارے اور زمین کے نیچے چوہوں کا بادشاہ بے انتہا فوج سے اور سانپ بچھوؤں کا لشکر زمین پر محافظت کے واسطے مقرر ہے تا کوئی سرنگ لگاکر بھی نہ پہونچے بھلا پھر میں تجھے وہاں کیونکر پہونچاؤں اور جو نہ پہونچا تو یقین ہے کہ بسبب اس قسم کے جان سے جاؤں اب تو ایک کام کر کہ آج پھر اُسی طرح سے کھانا پکا دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہو اور میری کوشش

کے ہاتھوں کیا بن پڑے تاج الملوک نے وہی کیا جب کھانا دیو نے تیار دیکھا چنگھاڑا فوراً شمال کیطرف سے ایک اور دیو پہاڑ سا پہونچا اور دونوں دست بوسی کرکے بیٹھ گئے پھر تاج الملوک پر دوسرے دیو کی نظر پڑی شاہزادے نے فی الحال جھک کر سلام کیا اُسکے سلام کرنے سے دیو نے حیران ہو کر صاحب خانہ سے پوچھا کہ اے بھائی یہ مقام تعجب کا ہے اب تک کسی نے نہ دیکھا نہ سنا ہوگا کہ دیو اور آدمی سے موافقت ہو اور دونوں ایک جگہ ہمنشین رہیں اسکے یہاں رہنے کا کیا باعث ہے دیو نے کہا اے بھائی اس آدم زاد نے مجھ کو نہایت ممنون کیا ہے مجھے کسی طرح اس سے بدی کرنی منظور نہیں اور تجھ کو اسی واسطے بلایا ہے کہ تو بھی اسکے ہنر سے واقف ہو یہ کہکر صاحب خانہ نے سامان مہمانی کا لا مہمان کے آگے رکھا وہ دیو اُس لقمۂ شیریں کو منھ میں ڈالتے ہی نہایت متلذذ ہو کر خوشی کے مارے ناچنے لگا آخر کھاپی کر مہمان نے کہا کہو بھائی تم سے بھی آجتک اس آدمی کا کچھ کام ہوا یا نہیں گھر کے مالک نے جواب دیا کہ یہ شخص ایسے کام کیواسطے تکلیف دیتا ہے کہ میرے حدامکان سے باہر اور سعی اور تردد کے احاطے سے خارج ہے اگر تو مہربانی کرے تو شاید یہ کامیاب ہو پھر اُسنے پوچھا کہ یارا ایسی کون سی بات ہے جو تم اُسمیں عاجز ہو میزبان نے کہا کہ اسکو سیر گلک بکاؤلی کی خواہش ہے مہمان بولا ع

جو جان بوجھ کے پوچھے تو پھر خطا ہے سوال

صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے حضرت سلیمان کی قسم کھائی ہے مگر تو توجہ کرکے اسکو شاہد مراد سے ملائے تو فی الحقیقت میری جان بخشی کرے الغرض اُس دیو کی بہن حمالہ نام اٹھارہ ہزار دیو جو بکاؤلی کے ملک خاص کے چوکیدار تھے وہ اُنکی سردار تھی اُسکو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ اے خواہر عزیز مجھ کو ان دنوں میں ایک سفر ایسا درپیش ہوا ہے کہ بغیر اُسکے کسی صورت سے مجھے رہائی نہیں اور ایک مدت سے میں نے ایک آدمزاد کو جائے فرزند پرورش کیا ہے اب میرے جانے کے بعد گھر خالی رہے گا بہر صورت جائے خوف وخطر ہے اسواسطے اس نور دیدہ کو تمھاری خدمت میں روانہ کیا چاہیے کہ اسکے حال پر شفقت کی نظر رکھو کسی طرح سے یہ تصدیع نہ اُٹھائے والسّلام اور قاصد کے ہاتھ میں دیا پھر تاج الملوک کی طرف منھ پھیر کر اشارہ کیا کہ اسکے ساتھ جاہیں نے تو کمند سعی اور تردد اپنے بازو کے زور سے میدان مطلب میں پھینکی اگر تیرا چوگان بخت مدد کرے تو شاید اپنے مطلب کو

بھونچے یہ کہہ کر قاصد کے بائیں ہاتھ پر بٹھادیا اُسنے داہنے ہاتھ کا سایہ کیا اور راستہ پکڑا الجبریت تمام منزل مقصود میں جا پہونچا اور دور سے حمالہ کو سلام کر کے شاہزادے کو نامے بمعیت حوالے کیا وہ دیکھ کر نہایت خوشی سے مانند غنچہ کے کھل گئی بیت

سماتی تھی نہ اپنے پیرہن میں	خوشی سے روح پھولے تھی بدن میں

الغرض قاصد کیطرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اگر بھائی مجھ کو سرخ گندھک کی کان بھیجتا یا انگوٹھی حضرت سلیمانؑ کی تو میں اتنا خوش نہ ہوتی جیسا کہ اسکے آنے سے ہوئی اسکے بعد خط کا لفافہ کھولکر اُسکا احوال دریافت کر کے جواب لکھا اے برادر مجھ کو ایک دن بستی کی سیر کا اتفاق ہوا تھا وہاں ایک بادشاہ کی بیٹی نہایت خوبصورت لاثانی میرے ہاتھ لگی اُسکو بیٹی کی طرح میں نے پرورش کیا محمودہ نام رکھا اب وہ چودہ برس کی چودھویں رات کے چاند سی ہوئی کارساز نے اُسکا جوڑا اس تقریب سے بھیجا الحمدللہ کہ یہ بات خاطر خواہ بن پڑی زیادہ شوق ملاقات والسلام اور خط دیکے نامہ بر کو رخصت کیا پھر محمودہ کو تاج الملوک کے ساتھ بیاہ دیا اے عزیز روشنی چشم ظاہر بین کی سات پردوں میں ہے اور تجلی باری تعالےٰ کی کہ نور دیدۂ اولیا ہو ستر ہزار پردے میں ہے اگر یہ ارادہ ہو کہ وہ پردے درمیان سے اُٹھیں تو پہلے اس بڑے نگہبان دیو نفس کا حجاب بیچ سے اُٹھا کر اُسکو بس میں کر کہ وہ بعین اپنی لجردی چھوڑ کر محمودہ کے مقام میں پہونچائے لیکن یہ بات یاد رکھ اگر دیو سے اُلٹا کیجیے تو سیدھا پڑے۔

پانچویں داستان تاج الملوک کے پہونچنے کی بکاؤلی کے باغ میں اور لینا گل کا اور عاشق ہونا بکاؤلی پر

القصہ تاج الملوک چند مدت محمودہ کی صحبت میں رہا لیکن اُس غنچہ دہن کا دل اُسکی باتوں سے نہ کھلا اُس گل کے پاس شگفتہ ہوکر نہ بیٹھا ایک رات محمودہ نے شاہزادے سے کہا اے مایہ نشاط شاید آدمیوں کی یہی وضع ہو جو رات کو اپنی ہمخوابہ کے گلے لگ کر نہ سوئیں الگ پڑے رہیں بوس وکنار نہ کریں اور صبح کو جیسے کے تیسے اُٹھ کھڑے ہوں تاج الملوک بولا کہ عیش وعشرت انسان میں اس سے بھی کچھ زیادہ ہے مگر کسی کھٹے بیٹھے کو جی نہیں چاہتا بلکہ جان شیریں بھی تلخ ہو کیونکہ ایک بڑی مہم درپیش ہو اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک وہ سر نہ ہو دنیا کی تمام لذتوں کو حرام سمجھوں کسی سے اختلاط نہ کروں محمودہ بولی وہ کیا ہو بیان کر کہا کہ میں ملک بکاؤلی کے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہوں محمودہ نے جواب دیا خاطر جمع رکھو انشاءاللہ تعالےٰ کل رشتہ امید کی گرہ ناخن تدبیر سے کھولونگی اور وہ ملک تجھے دکھاؤنگی خیر وہ رات جوں توں گذری جب مہتاب چھپا اور آفتاب نکلا حمالہ دونوں کو خوابگاہ سے باہر لائی اور اپنے داہنے بائیں زانووں پر بٹھا کر شفقت اور الطاف مادرانہ کرنے لگی محمودہ بھی سرو قد اُٹھ کر آداب بجالائی اور عرض کی اے اماں جان میں کچھ گذارش کیا چاہتی ہوں اگر قبول ہو تو کروں حمالہ نے سرو آنکھیں چوم کر کہا کہ بے تکلف کہو محمودہ بولی کہ یہ ملک بکاؤلی کے دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس طرح تم سے ہوسکے انکو وہاں پہونچاؤ حمالہ نے چند در چند حیلے اور عذر کیے آخر شن کھا لڑکی کسی طرح اسکا خیال نہیں چھوڑتی ناچار قبول کیا اور چوہوں کے بادشاہ کو بلاکر فرمایا کہ اسی وقت یہاں سے بکاؤلی کے باغ تک سرنگ کھودکر اس شہزادے کو کہ میری حیات کا سرمایہ ہو اپنی گردن پر سوار کرکے اُس باغ میں پہونچا مگر خبردار سر موا سے آسیب نہ پہونچے ہرگز اپنی گردن سے نیچے نہ اُترنے دیجیو اُس نے بموجب حکم کے ویسا ہی کیا باغ میں پہونچکر شاہزادے نے آہستہ آہستہ چاہا کہ اُتر کر اُس میں جائے چوہے نے نہ چھوڑا اور ارادہ پھرنے کا کیا تاج الملوک بولا کہ اگر تو مجھے اس باغ کی سیر کو جانے دے تو بہتر نہیں تو میں آپ کو ابھی ہلاک کرتا ہوں چوہا ڈرا کہ اگر یہ اپنی جان پر کھیل جائے گا تو میں بھی حمالہ کے ہاتھ سے نہ بچونگا ناچار جانے دیا تاج الملوک جاکر دیکھتا کیا ہے کہ سونے کی زمین پر زر خالص کی چار دیواری ہے لعل بدخشانی اور عقیق یمنی نیچے سے اوپر تک جڑے ہیں زمرد کے چمنوں کے آس پاس فیروزے کی نہریں گلاب سے معمور جن کو دیکھ کر خدائی نظر آئے جاری ہیں سبحان اللہ کیا ٹھاٹا باغ ہو کہ دیکھنے والوں کے منھ پر جیسکے چمن کی سیر سے شفق پھولی ہوئی نظر آئے اور پھولوں کے رنگ کی سُرخی سے گل سرخ آفتاب کا

شرمندگی کے مارے پسینے میں ڈوب جائے وہاں کے انگور کا خوشہ زمردین عقدۂ پروین کا رشک بڑھاتا ہی اور سنبل کا عالم ہر ایک زہرہ جبین کے گھونگروالے بالوں کو پیچ و تاب میں لاتا ہے اگر اُسکے گلزار کی شبنم کا ایک قطرہ سمندر میں پہونچے تو مچھلیوں میں گلاب کی بو آنے لگے جو وہاں کے پرندوں کی صدا آسمان کے کان میں پڑے تو بھرنے سے باز رہے اور اگر زہرہ سنے تو فی الفور وجد میں آکر ناچتی ہوئی ماہتاب کی طرف سمت زمین گر پڑے معشوقوں کی فندقوں سے وہاں کے عناب رنگین تر اور سرگردانی میں قامت خوباں سے کہیں بہتر اُسکے ایوان کی شمع کا اگر مرغ زریں فلک پرواز ہو تو بجا ہے اور مہتاب اُسکی صفائی پر دیوانہ ہو تو روا ہے طرفہ تر یہ کہ لعل کے درختوں میں موتیوں کے گچھے ایسے درخشاں ہیں جیسے خورشید کے شجر میں ستاروں کے خوشے آویزاں گلاب کے جڑاؤ حوضوں پر زمرد کی ڈالیاں ہوا سے جھک جھک گریں اور بطیں گوہر شب چراغ کی اُنمیں تیرتی پھریں شہزادہ یہ رنگ ڈھنگ دیکھتا بھالتا قدم بڑھائے چلا جاتا تھا کہ ایک دالان صرف یاقوت کا اور اُسکے سامنے زبرجد کا اور بیچ میں اُنکے ایک حوض مرصع پاکیزہ گلاب سے بھرا ہوا اُسکے اطراف کے ناندوں میں جواہر خوش آب کے گٹے دیے ہوے اور اُسمیں ایک پھول نہایت لطیف و نازک خوشبودار کھلا ہوا نظر آیا تاج الملوک نے اپنے ذہن کی رسائی سے دریافت کیا کہ ہو نہ ہو گل بکاؤلی یہی ہو فوراً کپڑے اُتار کر حوض میں کود اور گل مقصود کو لے کر کنارے پر آیا پوشاک پہنی اور اُسکو کمر میں باندھ لیا پھر محل کی سیر کو متوجہ ہوا آگے بڑھتے ہی ایک قصر عقیق یمانی کا نظر آیا دروازے اُسکے ہم پہلوے آسمان نئے طور کے تھے اُسکے ہر مکان کی چمک کے آگے دھوپ پھیکی اور چاندنی دھندلی یہ پروانے کے مانند شوق کے بال و پر کھولے ہوے اُسکے اندر بیدھڑک چلا آیا ہر ایک دالان نہایت خوش اسلوب عقیق اُسکا بہت خوب اُسکی ساخت کے نئے آئین اور خوش قطع ہر ایک شہ نشین نظر پڑے پردے اُسکے کارچوبی جا بجا اُسکے کی بیل ستاروں کے بوٹے پر سب کے سب چھوٹے ہوے تھے شہزادہ اُسمیں بھی در آیا مگر ہکا بکا سا کھڑا رہگیا ایک جڑاؤ پلنگ پر ایک پری نازنین دُبلی پتلی مست خواب بیحجاب نظر آئی بال بکھرے ہوے کاجل پھیلا ہوا انگیا مسکی ہوئی کرتی سرکی ہوئی پائجامہ چڑھا ہوا لچھا ازاربند کا لٹکا ہوا ناز سے ہاتھ ماتھے پر رکھے ہوے جوانی کی نیند میں بیخبر سوتی ہے اُسکے رخسار آتشناک سے زمین و آسمان نورانی آئینہ مہر و ماہ کو ہمیشہ حیرانی اور اُس کی چشم

یہ مست ہے نرگس کو مدام پشیمانی لب نازک کے رشک سے لالہ خون میں غلطاں ورابرو کی چاہ سے ہلال
زار و ناتوان معلم بہار اُسکے غنچۂ دہن سے کوئی حرف نہ سنے تو اطفال شگوفہ کو پھولنے کا سبق نہ دے سکے
اگر زنگی شب اُسکی زلف مشکیں کے سایہ میں نہ آئے تو آفتاب کی تیغ شعاع سے مارا جائے اشعار

سرو قد گلعذار عنبر ہو
سلک دندان سے گر خبر پاتا

شکر ہی لب عزیز دل ہو
تو ثریا کو پردہ ہی بہاتا

کہیں ہمدوش سے گروہ باہم آئے
وصف کرتا ہی کیا تو اُس گل کا

چاند سورج کی جوت پھیکی پڑ جائے
اُسکی بلبل کو اس چمن میں لا

تاج الملوک دیکھتے ہی بیخود ہو کر گر پڑا ایک ساعت کے بعد جو آپ میں آیا آپ کو سنبھالکر جوں توں اُسکے سرہانے تک پہونچا اور ایک دم سرد دل پُر درد سے بھر کر یہ اشعار پڑھنے لگا اشعار

جب اُٹھا کر نقاب ہو تو عیاں
مست ہر دم شراب حسن سے ہو

کھینچے شرمندگی مہ تاباں
اُسکی پروا ہوئے مہ تاباں

تیرے گیسوئے مشکفام میں یار
ہمیں کیا کیا گذر گیا لیکن

لیلۃ القدر رہتی ہی پنہاں
نہوئی کچھ خبر تجھے جاناں

القصہ شاہزادے نے اپنے دلمیں تجویز کیا کہ یہاں اپنے آنے کی نشانی کچھ چھوڑ جانا چاہیے اُس پری کی انگوٹھی باہستگی و بہ نرمی اُتار لی اور اپنی پہنا دی پھر آنکھیں بھر کر یہ شعر پڑھتا ہوا وہاں سے چلا اشعار

لالہ ساں اس باغ سے ہم داغ ہجراں لے چلے
باغ دُنیا میں نہ ہوگا کوئی ہمسا بے نصیب

خاک سر پر داغ دل پر سینہ بریاں لے چلے
آئے ایسے باغ میں اور خالی داماں لے چلے

آخر حالت خواب میں اُس سے وداع ہوا اور سرنگ کی راہ سے چوہے پر سوار ہو کر اپنے مکان میں آ پہونچا حالانکہ انتظار میں رونی صورت بنائے خون جگر آنکھوں میں بھرے بیٹھی تھی اسکے پہونچنے سے اُس کا غنچۂ خاطر کھل گیا دن ہنسی خوشی سے کٹا اتنے میں عروس روز نے شفق کے گھونگھٹ میں اپنا منہ چھپایا اور محبوبۂ شام نے طرۂ مشکفام دکھایا تاج الملوک اپنی اُمنگ سے رنگ محل میں گیا اور اُس رات محمودہ سے ہمکلام و ہمکنار رہا بلکہ اسی طرح چند روز عیش و عشرت میں کاٹے

چھٹی داستان تاج الملوک اور محمودہ کے رخصت ہونے میں حیلہ سے اور دلبر کے پاس پہونچنا

کہتے ہیں ایک رات تاج الملوک محمودہ سے خلوت میں ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا اے مایۂ عیش و شادمانی اگرچہ اس جگہ سب طرح کی خوشی ہے اور کسی صورت کا رنج نہیں ہر وقت جو اسباب نشاط چاہیے وہ موجود ہے لیکن کب تک ہم وطن و ہم جنسوں سے دور رہیے اور کہاں تک دوستوں کی جدائی کا غم سہیے کچھ ایسی تدبیر کیا چاہیے کہ اس مجلس ناجنس سے رہائی پائیے اور دشمنوں کے پنجے سے چھوٹ جائیے شعر

ہے عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی بہار ۔۔ ورنہ کیا فائدہ ہے خضر سا تنہا رہنا

محمودہ نے کہا کہ خاطر جمع رکھ کل رخصت ہوں گی جب عطار گردوں نے مشک تاتار شب سے شیشۂ ماہ بھر کر طاق مغرب میں دھرا اور خوان زریں آفتاب کا دکان مشرق پر رکھ کافور صبح سے بھرا حمالہ نے دو بھاری بھاری خلعت اور کئی خوان میوے کے تیار کرکے دونوں کو خوابگاہ سے باہر نکالا پھر خلعت پہنا کر اور میوہ کھلا کر داہنے بائیں زانو پر بٹھا لیا اور سر منہ چومنے لگی اس اشفاق پر بھی دونوں کا غنچۂ خاطر نہ کھلا تب بولی اے دختر باتمیز و اے داماد عزیز جو تمنا تمہارے دل میں ہو سو کہو آسمان کے تارے بھی مانگو گے تو اُتار لاؤں گی محمودہ نے اُٹھ کر عرض کی کہ تمہاری توجہات اور عنایات سے کوئی آرزو ہمارے دل میں باقی نہیں اگرچہ تمہاری آتش جدائی بھی چمن عشرت کو جلائے گی اور تمہاری مجلس سے جانا گویا جان کی رخصت ہے لیکن ہر ساعت ہمجنسوں کا شعلۂ فراق میرے سینے میں بھڑکتا ہے اُسنے دل و جگر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ہے اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہمجنسوں کی صحبت میں جاؤں اور اُنکے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤں مصرعہ

کہیں رہوں میں پرستار ہوں مگر تیری

حمالہ نے اس بات کے سنتے ہی ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کہ میں نے تو اسواسطے تجھے پرورش کیا تھا کہ اپنی آنکھوں کو صبح و شام بلکہ مدام تیرے سرمۂ دیدار سے روشن رکھوں پر تو کیا کرے حق بجانب تیرے ہے میں خوب جانتی ہوں کہ یہ فتنہ سویا ہوا شاہزادے نے جگایا اگر آگے سے میں لیا جانتی تو ہرگز تیرا بیاہ اُسکے ساتھ نہ کرتی مصرع

یہ ہے گناہ مرا کچھ نہیں خطا تیری

قصہ مختصر حمالہ نے دیکھا کہ ہرگز انکا دل یہاں نہیں لگتا ایک دیو بلا کر کہا کہ جہاں کہیں شہزادے کی مرضی ہو باحتیاط تمام وہاں پہونچا دے اور اُنکی رسید مجھے لادے تو تیری جان کی خلاص ہو گی اسکے بعد حمالہ نے دو بال اپنے سر سے اُکھیڑ کر ایک تاج الملوک کو دوسرا محمودہ کو دیا اور کہا کہ جسوقت تجھکو کوئی مہم درپیش ہو تو یہ بال آگ پر رکھنا اور مجھ کو اٹھارہ ہزار دیو سمیت بات کی بات میں وہیں پہونچا جاننا پھر تاج الملوک کے ہاتھ میں محمودہ کا ہاتھ دے کر یہ شعر پڑھا شعر

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔۔ تو دانی حساب کم و بیش را

کہنے والے نے یوں کہا ہے کہ اُسوقت وہ دیو پہاڑ کے مانند بجلی سا تیز رو دوڑ آیا پوچھنے لگا جہاں فرماؤ پہونچا دوں

شہزادہ بولا شہر فردوس میں دلبر لکھا بیسوا کے باغ میں یہ سنتے ہی اُن دونوں کو اپنے کاندھے پر بٹھاکر ایک پل میں وہاں جاکر اُتارا اور رسید مانگی تاج الملوک نے کہا ذرا تامل کریں لکھے دیتا ہوں جو آواز شہزادے کی بیسوا کے کان میں پڑی سنتے ہی دوڑی آئی اور اُسکے قدموں پہ گر پڑی پھر سجدۂ شکر الٰہی بجالا کر بولی شعر

ہر مو کی جگہ تن پہ اگر میرے زباں ہو		تو بھی نہ تری بندہ نوازی کا بیاں ہو

شاہزادے نے اپنے پہونچنے کا حال لکھ کر دیو کو دیا اور رخصت کیا اسکے بعد بیابان کی صعوبت یوسم کی شفقت حمالہ کی مروت محمودہ کے نکاح کی کیفیت گل بکاؤلی کے ہاتھ آنے کی حقیقت مفصل اُس سے بیان کی پھر وہ اُٹھ کر محمودہ سے ملی اور بہت سی اُسکی دلداری اور مہمانداری کی شاہزادے نے وہاں چند روز توقف کیا پھر اپنے ملک کے جانے پر مستعد ہوا اسواسطے کہ گل پہونچنے سے اُس بلبل منتظر کی آنکھیں روشن ہوں فرمایا کہ اسباب سفر کا تیار کریں کشتیوں پر بار کریں اہلکار وہی عمل میں لائے اتنے میں بندی خانے کے داروغہ نے آکر عرض کی کہ پورب کے شاہزادوں کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے تاج الملوک صاحب خانہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ ہر چند میں بھائیوں کی سفارش کروں لیکن قبول نہ کیجیو جب تک وہ تیری مُہر کا داغ اپنے اپنے چوتڑوں پر نہ کھائیں جو میں زنداں بان اُنکو لایا تاج الملوک نے بہت سی شفاعت کی کہ اکثر شاہزادے پورب پچھم کے تو نے چھوڑ دیے ان بیچاروں کو بھی اس گرفتاری سے نجات دے کہ خلق میں تیری نیکنامی اور خالق کے آگے سرخروئی ہو وہ بولی آپ اس میں دخل نہ دیجیے میں ہرگز نہ چھوڑوں گی مگر ایک صورت سے کہ اپنے چوتڑوں پر میری مُہر کا داغ کھائیں شاہزادوں نے اس کے سوا اور کچھ اپنی رہائی کی صورت نہ دیکھی ناچار قبول کیا چوتڑ دغوا کے وہاں سے چھوٹے اور جان سلامت لے گئے تاج الملوک نے چلتے وقت ایک ایک خلعت اور لاکھ روپئے خرچ کے واسطے دلوائے اُنھوں نے اور کسی شہر میں کچھ جمعیت بہم پہونچائی پھر وطن کی راہ لی تاج الملوک نے بھی دلبر اور محمودہ کو مع اسباب اپنے ملک کی طرف تری کی راہ سے رخصت فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلانے شہر میں پہونچ کر مقام کرنا میں بھی عنقریب خشکی کی راہ سے پہونچتا ہوں۔

ساتویں داستان راہ میں تاج الملوک کے ملنے کی بھائیوں سے

اور چھین لینا گل بکاؤلی کا

کہتے ہیں کہ تاج الملوک فقیروں کے بھیس میں پیچھے پیچھے بھائیوں کے چلا آتا تھا کہ انکا ارادہ کما حقہ دریافت کرے الغرض وہ جہاں اُترے ہوئے تھے آن پہونچا اور ایک کونے میں بیٹھ کر اُنکی لن ترانیاں اور جولانیاں جھوٹی جھوٹی سننے لگا آخر نہ رہ سکا سامنے آکر دو بدو کہنے لگا یہ بیہودہ آپس میں کیا کہہ رہے ہو اپنا منہ دیکھو گل بکاؤلی میرے پاس ہے اور اُسی وقت اُسکو کمر سے کھول کر اُن دغابازوں کے سامنے رکھدیا شاہزادے طیش کھا کر بولے بھلا اسکو آزمائیں گر تیری بات سچی نہ ہو تو جو ہم چاہیں تجھ کو سزا دیں تاج الملوک نے کہا کہ مسایخ کو ٹیخ کیا بہت بہتر پھر اندھے کو بلا کر پھول اُسکی آنکھوں میں ملا فوراً وہ نابینا بینا ہوگیا وہ اس تماشے کو دیکھ کر حیران رہ گئے آخر نادم ہو کر پھول زبردستی چھین لیا اور مارے طمانچوں کے اُسکا منھ لال کیا پھر گردن میں ہاتھ دیکر وہاں سے نکالدیا اور خرم وشاداں وطن کی راہ لی چند روز کے بعد اپنے ملک کی سرحد میں پہونچے اور ایک پیک کو آگے بھیجا کہ ہمارے آنیکی خبر جلد پہونچاؤ وہ اُن کا حکم فی الفور بجالایا جب زین الملوک نے یہ خبر فرحت اثر سنی باغ باغ ہو کر یہ قطعہ پڑھا قطعہ

بتا دلا مجھے آیا یہ قاصدِ جاناں
ہر ایک غنچۂ خاطر کھلا ہے کنعاں میں
کہ درد کھونے کو پہونچا ہی صاحبِ رماں
نسیم لائی مگر بوے یوسفِ کنعاں

حاصل کلام بادشاہ خود کئی منزل استقبال کیواسطے تشریف لیگئے جب دوچار ہوئے شہزادوں نے قدمبوسی کی اور بادشاہ نے اُنکا ماتھا چوما ایک ایک کو چھاتی سے لگایا الطاف فرمایا پھر

شاہزادوں نے گل بکاؤلی نذر کیا حضرت نے جوں ہی آنکھوں پر ملا دو ہیں تارا سی روشن ہو گئیں جب کہا الحمد للہ دیدۂ ظاہری کو اس پھول نے نورانی کیا اور دیدۂ باطن بیٹوں کے دیدار سے منور ہوا اسکے بعد بادشاہ نے جشن شاہانہ شروع کیا اور شہر میں منادی پھروادی کہ ہر ایک فقیر امیر عیش و عشرت کا دروازہ برس روز تک کھلا رکھے اور غم و الم کا بند

آٹھویں استان بکاؤلی کے جاگنے کی اور گلاب کے حوض میں گل کو نہ دیکھنے کی اور اُسکے چور کی تلاش میں نکلنے کی

خمخانۂ سخن کا ساقی اس پُرانی شراب کو نئے پیالے میں یوں بھرتا ہے کہ جب بکاؤلی نے جادو بھری آنکھ کھولی اور خواب راحت سے چونکی انگیا کرتی درست کرکے پیشواز ناز سے پہنی کنگھی سے بالوں کو سنوارا اور دوپٹا اوڑھا پھر آہستہ آہستہ جھومتی اٹھکھیلیوں سے حوض کیطرف چلی ہر ہر قدم پر وہ گل اندام اپنے نقش قدم سے زمین کو پائیں باغ بناتی تھی اور گرد راہ سے چشم بلبل میں سرمہ لگاتی تھی جب حوض کے کنارے پر پہونچی دست نگارین سے گلاب اپنے رخسار پر ڈالنے لگی اور چہرے کا غبار کہ عنبر کے مانند تھا دھو دھو کر گلاب میں ملانے اور حوض کو جادو نظر چشم مست ناز سے دیکھنے بھالنے لگی ناگاہ گل بکاؤلی کی جگہ پر نظر جا پڑی ہر چند بغور و تامل نگاہ کی کچھ اُسکا نشان نظر نہ آیا تب سونے کیطرح اُس سیمتن کے منھ پر زردی چھا گئی اور غنچے کے مانند سموم غم سے کمھلائی اتنے میں انگوٹھی پر آنکھ جا پڑی حیرانی زیادہ بڑھی گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے لگی اور دلمیں یوں کہنے لگی یا الٰہی یہ خواب دیکھتی ہوں یا عالم طلسم پھر بولی اگر خواب ہوتا تو علامتیں ظاہر نہ ہوتیں پس اس صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انسان کا ہے نہیں تو دوسرے کی کیا طاقت کہ اٹھارہ ہزار دیو کے ہاتھ سے بچکر یہاں سلامت پہونچے اور گل مقصود کو بے کھٹکے لیجائے پھر جسوقت اپنی برہنگی کی حالت اسکو یاد آتی دریائے شرم میں ڈوب جاتی اور یہ اشعار اپنے حسب حال پڑھتی اشعار

اے چور تو اپنا نام بتلا
ہر چور کو مال سے سروکار
ہر جنس یہاں ادھر اُدھر تھی
دیکھا نہیں گو نگاہ بھر کر

چوری کا سبب تمام بتلا
تکتا ہے جو سیم و زر کو اکثر
پر اور کہیں نظر تری تھی
پر آنکھ پڑی ضرور لب پر
جو نقد تھا اُسکو لیگیا ہے

دنیا میں نہیں ہے کوئی بچنا
میں دیکھوں جو تیرے دست گلگوں
سینے میں اُسے رنگ تو نگا کر
گو سیر ہوا نہ تو یہ مانا
صندوق فقط یہاں پڑا ہے

انسان سے ہو نہ کام تیرا
آنکھوں سے لگاؤں بلکہ چوموں
دل مفت میں لیگیا چرا کر
اس شہد کا پر مزا تو جانا

الغرض افسوس کرتی ہوئی حوض کے کنارے سے اُٹھ کر یاقوت کے مکان میں جا بیٹھی اور پریوں کو بلا کر اس بیخبری کی سزا ہر ایک کو دینے لگی مگر یہ نہ سمجھی کہ جسوقت تیر تقدیر چھوٹے سپر تدبیر سے کوئی نہ روک سکے مصرعہ

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی

پھر پریوں سے جھنجھلا کر کہنے لگی اگر تم اپنی زندگی چاہتی ہو تو میرے چور کو بجنسہ لاکر حاضر کرو یہ سنکر سات سو پریاں چار طرف تلاش کیواسطے ہل ہانکتی کو دوں پھانکتی دوڑیں لیکن اُس بے نشان کا نشان کسی نے نہ پایا سچ ہے کہ بے نشاں کا وہ نشاں پائے جو آپ کو بے نشاں بنائے بیت

جو پیچھے گم شدہ کے کوئی جائے		گمرے گم آپ کو جب اُسکو پائے	

بکاؤلی کہ دل اُسکا تیر عشق سے چھد گیا تھا درد کی شدت سے بلبلاتی تھی کمان کی طرح چلاتی تھی آخر بینائی کے مارے گوشہ چھوڑ کر رشتہ شرم و حیا کو توڑ کر چور کی تلاش میں کمر ہمت باندھ کر سر بصحرا نکلی جہاں جاتی اُسے کوئی نہ دیکھتا اور وہ ہر ایک کو دیکھ کر پرکھتی اور جانچتی غرض اسی طرح پھرتے پھرتے پورب دیس میں جا نکلی کہتے ہیں جب زین الملوک کے شہر میں وارد ہوئی جس کوچہ و بازار میں دیکھتی وہاں اسباب عیش کا مہیا پاتی ہر ایک دروازے پر خوشی کی نوبت بجتے دیکھتی یہ رنگ ڈھنگ دیکھ حیران ہوکر آخر آپ کو پندرہ سولہ برس کا ایک جوان شکیل دیدار و بنا کر کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں چھوٹے بڑے کی خوشی کا سبب اور خاص و عام کی شادی کا باعث کہ برخلاف آئین حکمت کے کیا ہے اُسنے کہا کہ یہاں کا بادشاہ قضائے الٰہی سے اندھا ہو گیا تھا اُسکے بیٹے مدت مدید کے بعد بہت سی مصیبت و رنج اُٹھا کر گل بکاؤلی لائے کہ بادشاہ کی آنکھیں روشن ہوئیں جب ارشاد کیا کہ برس دن تک اسی طرح سب اعلیٰ ادنیٰ اپنے دروازوں پر نوبت دھریں اور عیش کریں بکاؤلی نے یہ مژدہ جانبخش سنکر کہا الحمدللہ پائے طلب نے منزل مقصود پائی محنت ٹھکانے لگی یہ ملک اُسی فتنہ انگیز کا ہے اغلب ہے کہ وہ بھی ہاتھ آئے اور خلش مٹ جائے پھر دریا کے کنارے جاکر کپڑے اُتارے پانی میں اُتری نہا دھو کے راہ کی ماندگی اور کلفت کھو کر اور ایک جوان حسین بنکر پوشاک مردانی پہنکر بادشاہی محلوں کیطرف متوجہ ہوئی بناز میں ناز سے آہستہ آہستہ چلتی تھی جس طرف چشم سرمہ سا اُٹھاتی اُسے نقش پا کی طرح مٹاتی اور جس دم تیغ ابرو یا خنجر مژگاں دکھاتی اہل نظر کو بسمل کیطرح لٹاتی اور جسوقت زلف پُر پیچ کو تاب دیتی تماشائیوں کے دلکو پیچ و تاب میں لاتی غرضکہ جو اُسکے سامنے آتا اُسکو سکتہ ہو جاتا آخر تمام شہر میں اُسکے حسن و جمال کا غل پڑ گیا رفتہ رفتہ بادشاہ کے بھی گوش گذار ہوا چنانچہ حضور سے ارشاد ہوا کہ اُس جوان رعنا کو ہمارے پاس لاؤ قصہ کوتاہ حضور اعلیٰ میں

اُسے لے گئے حضرت نے پوچھا کہو کہاں سے آنا ہوا اور تمھارا کیا نام ہے کسواسطے آئے ہو جوان نے عرض کی کہ وطن تو غلام کا عجیم ہے اور نام فرخ نوکری کی تلاش میں آیا ہوں اب جہاں پناہ کے تفضلات سے امید یہ ہے کہ حضور کے ملازموں میں سرفراز ہوں تا دعاے دولت میں بخاطر جمع مشغول ہوں زین الملوک نے کہا بہت بہتر حاضر رہو اور خواصوں میں بعزت تمام سرفراز کیا بلاقید کی پروانگی دی تھوڑے دن اُسے گذرے تھے کہ چاروں شہزادے ایک دن بارگاہ سلطانی میں آئے بادشاہ نے شفقت سے ہر ایک کو چھاتی سے لگا کر سر اور آنکھیں چومیں پھر کرسی پر بیٹھنے کو ارشاد کیا وہ تسلیم کر کے بیٹھ گئے بکاولی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اُسنے کہا تم نہیں پہچانتے بادشاہ کے بیٹے ہیں تب اُس نے ہر ایک کے قیافے کے سونے کو امتحان کی کسوٹی پر کسا لیکن کھرا نہ پایا سراپا کھوٹا ہی نظر آیا پوچھا کہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہے جو انکے ساتھ گل بکاولی لینے گیا تھا اُسنے کہا اور کوئی نہیں جب اُسپر ثابت ہوا کہ بادشاہ اور کوئی بیٹا نہیں رکھتا نہایت گھبرائی اپنے طالع سے لڑنے لگی اور یہ اشعار پڑھنے لگی اشعار

اے بخت بول تو نے کیا کیا
اگر دیکھے کوئی خواب پریشاں

یہ عقدہ کام میں کیوں میرے ڈالا
تو ہو تعبیر دینی اسکی آساں

نہ کھولے ناخن تدبیر اسکو
مگر میرا معما ہے یہ لاحل

یہ وہ ہے کہتے ہیں تقدیر جسکو
کسی مخلوق سے ہووے یہ کیا حل

کروں کیا خواب کی میں اپنی تقریر
نہیں تعبیر ہے اسکی یہ تعبیر

وہ کون سا عیار تھا جو اُس باغ سے گل لے گیا اُس نیرنگ سازی کے افسوں نے میرے شیشۂ ناموس کو پھوڑا اور غائبانہ تیر عشق سے میرے سینے کو توڑا میں نے اُسکی کسقدر جستجو کی کیا کیا محنت اور مشقت کھینچی بارے یہاں اُس گل کا نشان ملا ذرا میرا غنچۂ دل کھلا بیت

نہیں کچھ شبہ بیشک میں نے جانا
یہی ہے چور کا میرے ٹھکانا

لیکن فلک دغا باز نے میرا کھیل بگاڑا آبادی کی صورت دکھلا اُجاڑا بیت

کہاں جاؤں کروں اب کس سے فریاد
نہیں بس کرتی ہوں میں داد بیداد

القصہ بکاولی نے اپنے دلمیں ٹھہرایا کہ البتہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہوگا کیونکہ ان نادانوں کے قیافے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس امر دشوار کی تحصیل ان سے ہوئی ہو بہرحال چندے اور بھی صبر کیا چاہیے دیکھوں تو پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے سبحان اللہ کیا اُلٹی بات ہے کہ معشوق طالب عاشق کا ہو اور عاشق اسکا مطلوب لیکن نظر تحقیق سے جو غور کرے تو سیدھی لگے کیونکہ جب تک معشوق کو خواہش عاشق کی نہ ہو اس کی چاہت اکارت ہے اور کوشش بے فائدہ آتش طلب کی جو عاشق کے گریبان سے مشتعل ہے

فی الحقیقت لگائی ہوئی معشوق کی ہے شعر

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود	گر نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

بات بڑھ گئی قلم کہتا ہے اے شخص بس کر میں نے لکھنے میں بہت سی کوشش کی اور ہاتھ اپنی سعی کے دعوی کرتے ہیں کہ قلم نے کیا کیا ہم نے لکھا بازو اپنے تردد کا دم مارتا ہے کہ دست اور قلم سے کیا ہوا جو کچھ کیا سو میں نے کیا غرض اُسی طرح اسباب تحریر کے بڑھے اور ایک کو ایک پر فوقیت ہوتی گئی دفعۃً ایک ایسا سبب پایا گیا کہ وہ محتاج کسی کا نہ تھا پس اے عزیز اگر تو بتا دے کہ فی الحقیقت لکھنے میں کس کی سعی ہے اور ظاہر میں کس کی تو میں بھی عاشق اور معشوق کی سعی کا جواب دوں

نویں داستان حمالہ کے پہونچنے کی تاج الملوک کے پاس دیوؤں سمیت اور بکاؤلی کی سی حویلی اور باغ تیار کرنے میں
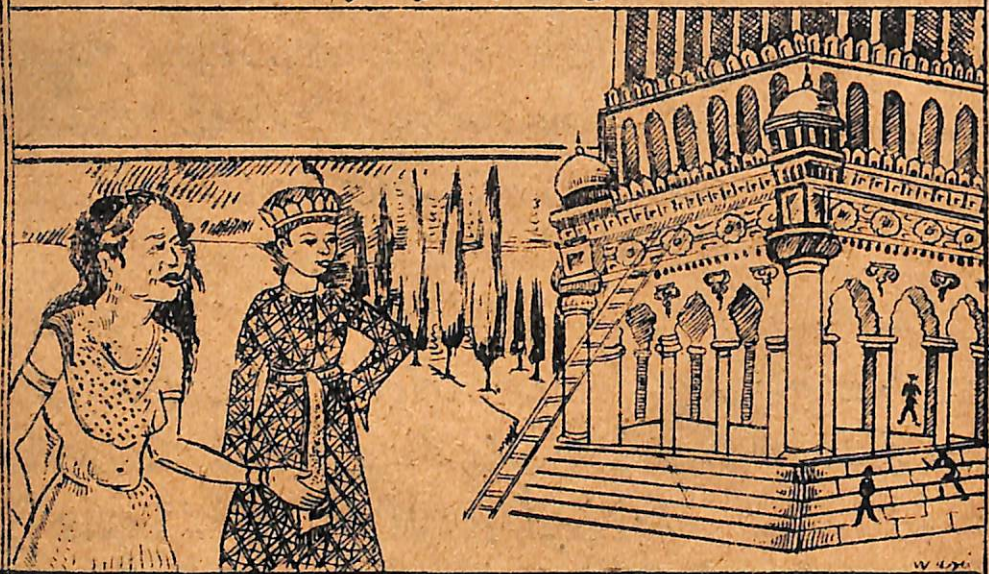
جب تاج الملوک سے اُن ناعاقبت اندیشوں نے گل بکاؤلی چھین لیا وہ بیچارہ دل میں پیچ و تاب کھا کر رہگیا مثل ہے کہ قہر درویش بر جان درویش بھر کج فہموں کے پیچھے پیچھے بعد چند روز کے اپنے باپ کی سرحد میں ایک جنگل جو درندوں کا مسکن تھا اُسمیں جا پہونچا اور چقماق سے آگ جھاڑ کر حمالہ کے دیے ہوے بال کو اُسپر رکھدیا چوتھائی بھی نہ جلا ہوگا کہ وہ اٹھارہ ہزار دیوؤں سمیت آپہونچی اور

تاج الملوک کو فقیروں کے بھیس میں دیکھ کر آگ ہو گئی کہ اے شاہزادے میری بیٹی کو کیا کیا اور تو نے اپنا حال
کیا بنایا تاج الملوک بولا کہ آپ کی توجہ سے سب خیریت ہے لیکن ایک کام مجھے نہایت ضروری ہے
اور اس کی تدبیر مجھ سے نہیں ہو سکتی اسواسطے آپ کو تصدیع دی ہے حمالہ نے کہا اے عیار باتیں نہ بنا
وہ کون سا کام ہے کہیں جلدی کہہ تاج الملوک نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس جنگل میں ایک محل
اور باغ کہ ہو بہو بکاؤلی کے قصر اور باغ سا ہو بناؤں تم جس طرح سے جانو جلد بنوا دو وہ بولی اے بیٹا
یہ کتنی بڑی بات ہے مگر میں نے تو اُسکے باغ اور عمارت کو دیکھا نہیں بھلا بن دیکھے مکان کا نقشہ کس طرح بناؤں
اور بنوا دوں تاج الملوک بولا جس طرح میں کہوں اُسی طرح بنوا دو حمالہ نے اُسی وقت کئی سو دیو لعل بدخشانی
کے واسطے اور سیکڑوں عقیق یمانی کے لیے اور ہزاروں سونے روپے اور جواہرات بیش قیمت کیواسطے
ہر چہار طرف بھیجے دیوؤں نے تین روز کے عرصہ میں جواہرات وغیرہ کے جا بجا تودے لگا دیے پھر
شاہزادہ جس طرح بتانے لگا اُسی طرح وہ بنانے لگے پہلے تو دو دو نیزے مٹی کھود کر پھینکدی اور وہاں
زر خالص بھر دیا اور اُسی قطعہ طلائی پر جڑاؤ عمارتوں کی بنا ڈالی غرض ٹھوٹے دنوں میں ویسا ہی قصر
اور اُسی طرح کا باغ جواہر نگار جڑاؤ نہریں درختوں سمیت اور زبرجد اور یاقوت کے دو دالان عالیشان آمنے سامنے
بیچ میں اُنکے ایک حوض مرصع اُسی قطع کا گلاب سے معمور بنایا پھر ہر ایک مکان میں فرش اُسی رنگ کا بچھایا
حاصل یہ ہے کہ جتنا جواہر سونا روپا دیو لائے تھے اُسمیں سے آدھا مکانات کے بنانے میں خرچ ہوا چوتھائی
کارخانہ جات کی تیاری کو دیا باقی خزانہ میں داخل کیا جب عمارت سب بن چکی اور تاج الملوک کے پسند پڑی
تب حمالہ نے اُس سے کہا کہ تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں نے تیرے واسطے کسقدر رنج اُٹھایا دکھ سہا اسکے سوا دیوؤں کو
آدمیوں سے کمال مخالفت ہے برعکس میں نے تجھ سے محبت کی اور کس شفقت سے پالا اور پرورش کیا علاوہ
اس کے بکاؤلی کے ملک میں کہ آج تک کوئی نہیں گیا تجھے پہونچایا پھر بسبب اُس حرکت کے کہ جو تجھ سے
وہاں ہوئی اُس کے ہاتھ سے میں نے کیا کیا صعوبت اور زحمت اُٹھائی سو یہ محمودہ جان کی خاطر ہے ایسا نہ ہو
کہ اُسکا دامن ہوائے روزگار سے غبار آلودہ ہو یہ کہکر رخصت ہوئی اُسکے بعد جس مقام میں محمودہ اور دلبر کو
استقامت کے لیے فرمایا تھا اُسی طرف شاہزادہ بڑے ٹھاٹھ سے گیا اور انکو جڑاؤ عماری میں سوار کیا پیچھے
پیچھے خواصوں کے محافے تھیں جھبر کارچوبی سلطانی بانات کے پردے پڑے ہوے آگے آگے غلام
خوش پوشاک سونے روپے کے عصے ہاتھوں میں لیے گھوڑوں پر سوار اہتمام کرتے ہوے غرض اسی

تجمل سے اُس قصر عالی میں دونوں کو داخل کیا اور عیش و عشرت سے اوقات بسر کرنے لگا۔

داستان دسویں خبر پہونچنے میں عمارت بنانی تاج الملوک کی زین الملوک کو
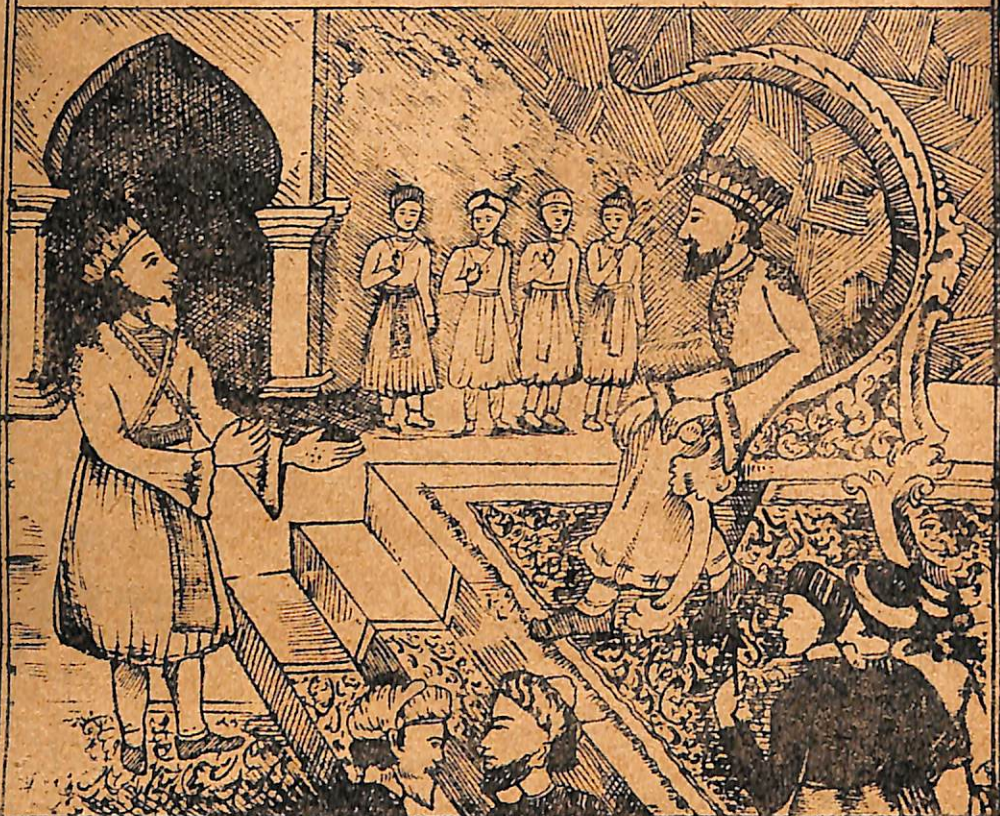
معمار سرائے اس سخن کا خانۂ داستان کی بنا کا حال اس طرح کہتا ہے کہ تاج الملوک کے غلاموں میں ساعد نام اُس بیابان میں سیر کرتا پھرتا تھا ناگاہ اُس کی نگاہ کئی لکڑ ہاروں پر کہ لکڑیوں کے بوجھے لیے جاتے تھے جا پڑی اُسنے پوچھا تم کون ہو اور یہ لکڑیاں کہاں لیے جاتے ہو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم شہر شرقستان کے لکڑ ہارے ہیں یہی ہمارا کسب ہے اسی سے ہمارے لڑکے بالے جیتے ہیں دانہ پانی کھاتے پیتے ہیں اُس نے کہا کہ آج تم یہ گٹھے میرے آقا کے باورچیخانہ میں لے چلو دولتخانہ اُسکا نزدیک ہے اُسنے اس ویرانے میں ایک شہر آباد کیا ہے واجبی قیمت ملیگی بلکہ ایسا انعام پاؤگے کہ پھر کہیں اور لکڑیاں بیچنے نہ جاؤگے اُنھوں نے کہا کہ ہماری تمام عمر اسی کام میں اور اسی بیابان سے لکڑیاں لیجاتے گزری لیکن آبادی کا یہاں نشان نہ دیکھا نہ سُنا ساعد نے کہا ذرا تم آگے بڑھ کر دیکھو اگر میرے کہنے کا کچھ اثر ظاہر ہو تو بہتر

نہیں تو تمھارے پھر آنے کا کوئی مانع نہ ہوگا لکڑہارے انعام کے لالچ سے ساعد کے آگے ہو لیے پھر تھوڑی ہی
دور جا کر سب ایکبارگی پکار اُٹھے کہ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اے میاں تم ہم کو آگ میں جھونکنے کو لیے
جاتے ہو چولھے میں جائے انعام اور بھاڑ میں پڑے اکرام بس ہمیں معاف کرو ہم نے پھر پایا ساعد نے
کہا یہ شعلہ آتش نہیں حویلی کے جواہرات کی چمک ہے تم ہرگز اندیشہ نہ کرو اور میرے ساتھ چلے آؤ وہ
اُسکے کہنے سے کچھ اور بھی بڑھے آگے ساری زمین سونے کی نظر آئی سب نے اُسکی بات سچی پائی قدم
اُٹھائے بیدھڑک چلے آخر وہ حضور میں اُنکو لے گیا تاج الملوک نے ایک ایک تھان بیش قیمت ہر ایک
کو دے کر رخصت کیا اور فرمایا اگر تم یہاں آیا کرو تو اس سے دونا ہر روز پایا کرو لکڑہاروں نے جب
پہلے دن ایسا انعام پایا اور آیندہ امید بندھی اپنا وطن چھوڑ کر ہر ایک وہاں آرہا یہ خبر اُن کے ہمسایہ
میں پھیلی اور جابجا منتشر ہوئی غرض جو کوئی شہر کے دیکھنے کو جاتا ہرگز وہاں سے پھر کر گھر نہ آتا اور
وہیں رہتا اور کوتوال شرقستان کا رعیت کے بھاگنے کی خبر روز وزیر کے حضور میں کہتا چنانچہ ایک دن
اُس نے خبر دی کہ آج کی رات ہزار گھر اہل حرفہ کے خالی ہوئے اور وہ بھاگ گئے وزیر نے کہا کچھ یہ
بھی تو جانتا ہے کہ کہاں جاتے ہیں تب وہ بولا کہ غلام نے سُنا ہے کہ کسی نے درندوں کے جنگل میں دس
کوس تک سونے کی زمین بنا کر اُس پر اس طرح کا شہر آباد کیا ہے اور ایک قصر اور باغ بھی جواہر کا ایسا
بنایا ہے کہ روے زمین پر ویسا دوسرا نہیں جو دیکھتا یہ مطلع پڑھتا ہے **شعر**

اگر فردوس بر روے زمین ست	ہمین ست وہمین ست وہمین ست

اور اُسکے دریاے سخاوت کی لہر دور نہیں کہ نام حاتم طائی کا آبجوے زمانہ سے لیجائے اور بانی بحر عدالت
کا بعید نہیں کہ نقش دل نوشیرواں کا لوح جہاں سے مٹائے وزیر نے اس بات کو باور نہ کیا کہا کہ جو کام کہ
طاقت بشری سے باہر ہو انسان کی کیا مجال کہ کر سکے کوتوال نے مکرر عرض کیا کہ متواتر خبر پہونچی ہے جھوٹ
کیونکر ہوگی جو قادر کریم عورت کو مرد بنا سکتا ہے اور مرد کو عورت وہ اگر دولت دنیوی کو کہ بمنزلہ ایک
عورت شکیلہ کے ہے کسی مرد کے مطیع کردے تو عجب کیا ہے **شعر**

نہ پوچھ چرخ ہوا ہے کینہ پرور کیوں	بہانہ بے سببی بس ہے اُسکے دینے کو

کیا آپنے اُس شاہزادی کا قصہ جس نے ایک دیو سے علامت مردی کی لیکے اپنی شادی کی تھی نہیں سُنا
وزیر نے کہا وہ کیونکر ہے **حکایت** کوتوال نے عرض کیا کہ اگلے وقت میں ایک بادشاہ تھا اُس کی

محلسرا میں سو رنڈیاں صاحب جمال بیمثال تھیں پر کسی کے اولاد نہ ہوتی تھی خدا کی قدرت کاملہ سے ایک حسین
اور نوجوان کو اُسمیں سے حمل رہا نو مہینے کے بعد اُسکے لڑکی پیدا ہوئی اسی طرح تین بار جنی مگر لڑکا پیدا نہ ہوا جب
چوتھی بار حمل رہا بادشاہ نے قسم کھائی کہ اگر اس مرتبہ بیٹی جنی تو اُسکو اُسکی ماں سمیت جان سے مار ڈالوں گا
تقدیر کی نیرنگی سے اسپر بھی لڑکی پیدا ہوئی لیکن نہایت خوبصورت پری طلعت اُسکی ماں نے جان کے
خوف سے لڑکا مشہور کیا اور نجومیوں کو بھی تاکید کی کہ بادشاہ کو سمجھا دو کہ دس برس اس لڑکے کا منہ دیکھنا
آپ کو اچھا نہیں چنانچہ منجموں نے بادشاہ کی خدمت میں اسطرح عرض کی حضرت نے بھی مانا اور ویسا ہی کیا القصہ
جب لڑکی ہوشیار ہوئی اور اُسکے دیدار کی مناہی کے تھوڑے دن رہے تو اُسنے بیٹا کہوانے کی وجہ اُس کو
سمجھا دی اور کہا کہ اے بیٹی تو بادشاہ کے حضور میں مردانی وضع سے آیا جایا کیجیو کہ میری اور تیری زندگی
رہے اور جان بچے چنانچہ لڑکی ایام معہودہ کے بعد بادشاہ کی خدمت میں کبھی آتے جاتے مجرا کر کے جلدی
سے چلی آتی اور دیر تک نہ رہتی آخر اُس دختر پسر نما کی نسبت دوسرے بادشاہ کی بیٹی سے کی جب
شادی کے دن نزدیک آپہونچے بادشاہ نے اُسکو لباس شاہانہ پہنایا اور سونے کے ہودے پر بٹھا کر
تجمل بادشاہی سے دُلھن کے ملک کو روانہ ہوا لڑکی کبھی اُس حالت پر ہنستی اور کبھی روتی تھی ایک رات
کسی ویرانے میں اتفاق رہنے کا ہوا لڑکی مارے شرم کے کہ آخر کار زندگی وبال جان ہوگی چپکی اُٹھ کر
اُس ویرانے میں چلی گئی اس ارادے سے کہ کوئی درندہ کھا جائے جاتے جاتے ایک درخت کے تلے کہ وہ دیو
کے رہنے کا مکان تھا پہونچی وہ اُسکے حسن پر دیوانہ ہوگیا اور آدمی کی صورت بنکر لڑکی کے آگے آکر اُسکا
حال پوچھنے لگا اُسنے ساری حقیقت بیان کی یہ سنکر دیو کا دل بھر آیا اور بولا اگر تو امانت میں خیانت نہ کرے
اور اسپر قول دے تو اپنے آلت کسی حکمت سے تیرے لگا دوں اور تیری علامت آپ اختیار کروں لڑکی دیو کے
کہنے کے موافق عمل میں لائی اُس نے وعدہ پورا کیا پھر وہاں سے خرم و خنداں وہ اپنے ڈیرہ میں آئی کئی روز
کے بعد برات اپنی منزل مقصود کو پہونچی اور شادی سے فراغت کر کے بادشاہ اپنے ملک کو پھر آیا شاہزادہ
نقلی چند مدت وہیں رہا جب اُسکا ایک لڑکا پیدا ہوا تب قصد وطن کا کیا اور منزلیں طے کرنے لگا جب اُس
جنگل میں پہونچا اُسی درخت کے نیچے گیا کیا دیکھتا ہے کہ دیو بڑھیا کے بھیس میں رونی شکل بنائے بیٹھا ہے
شاہزادے نے کہا اے دیو میں نے تیری مہربانی سے اپنے دل کی مراد بھر پائی اب اپنی چیز لے اور میری مجھے
دے دیو نے کہا اب میں اس کام سے گذر گیا تقدیر میں یہی لکھا تھا تب اُسنے پوچھا وجہ اسکی کیا ہے مفصل

بیان کردہ بولا کہ میں اسی صورت سے تیرا منتظر یہاں بیٹھا تھا ناگاہ ایک یو پہاڑ سا آیا اُسکے دیکھنے سے مجھ پر شہوت
غالب ہوئی اور مارے مستی کے رہ نہ سکا اُسنے بھی دوڑ کر مجھے چھاتی سے لگالیا آخر شربت وصل پلایا میں اگر
اب علامت مردی کی لگاؤں تو جننے کے وقت جی سے ہاتھ اُٹھاؤں اُسکے سوا یہ عقدہ مجھ پر کھلا کہ مردوں سے
رنڈیاں شہوت میں زیادہ ہیں اب جا اپنی راہ لے میں نے اپنی چیز تجھی کو بخشی وزیر نے کہا خدا کی قدرت معمور
اور برحق ہی مجھے کچھ اس میں شک نہیں لیکن محال چیزوں کا آدمی سے موجود ہونا عقل میں نہیں آتا کوئی دانا اسکو
نہیں مانتا شاید تو نے چڑے اور فقیر کی کہانی نہیں سنی کوتوال نے عرض کیا فرمایئے حکایت وزیر نے کہا
حضرت سلیمانؑ کے عہد میں ایک چڑیا کا جوڑا ایک روز راہ میں بیٹھا دانہ کھاتا تھا ایک فقیر جبہ پوش کو دور سے
آتے دیکھا مادہ نے نر سے کہا خبردار دشمن آتا ہے ایسا نہ ہو کہ پنجۂ بلا میں گرفتار کرے نر بولا کہ اس خدا دوست
سے کچھ اندیشہ نہیں جو خدا کی راہ پر چلتے ہیں وہ کسی کی ایذا کے روادار نہیں ہوتے انھیں باتوں میں تھے کہ
فقیر آپہونچا اور بغل سے ایک سونٹا نکال ایسا پھینک مار کر نر کا ایک بازو ٹوٹ گیا بہر حال اُس ظالم کے
ہاتھ سے بھاگ کر گرتا پڑتا حضرت سلیمانؑ بادشاہ کے پاس گیا پہلے تو جا کر دعا دی پھر یہ عرض کی کہ فلانے
درویش نے بے تقصیر میرا بازو توڑ ڈالا ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اُسکو حاضر کرو چنانچہ حضور میں اُسے لے آئے
تب حضرت نے غضب سے فرمایا کہ تو نے اُسکو کیوں مارا ہے اُسنے عرض کی کہ اگر میں نے اس کو مارا تو کیا ظلم کیا
کیونکہ انسان کی خوراک ہے یہ سنکر چڑا بولا کہ اگرچہ میں بیچارا چھوٹا سا جانور ہوں پر اسقدر مجھ کو شعور ہے کہ اپنے
دوست سے شیر و شکر کی طرح مل جاتا ہوں اور دشمن سے کڑی کمان کے تیر کی طرح بھاگتا ہوں تیری پیوندی
گدڑی دیکھ کر میں نے جانا تھا کہ تو خدا کی راہ پر ہے کسی کے حق میں بدی نہ کریگا لیکن اب کھلا کہ تیرا رہنما شیطان ہے
اور گدڑی میں فقط مکر و دغا بھرا ہے اب اسکو اُتار رکھ کہ اور کوئی میری طرح سے فریب نہ کھائے اور
اور تیرے دام مکر میں نہ آجائے چڑے کی باتیں حضرت کو نہایت پسند آئیں فقیر کو لعنت ملامت کرکے نکالدیا
بعد چند روز کے وہی چڑا کہیں چگتا تھا کسی درویش نے کسی طرح اُسکو پنجرے میں پکڑ کر بند کیا چڑا سمجھا کہ
ابکی تو جان پر آبنی سوچکر یوں کہنے لگا اے مرد خدا بیچنے سے میرے تجھ کو چنداں نفع نہ ہوگا اور کھانے سے بھی پیٹ
معلوم رکھنا علی ہذا القیاس بیفائدہ ہی بس چند سخن کہ ہر ایک دُر بے بہا ہے اگر مجھ کو چھوڑ دے تو کہوں یہ سُن کر
فقیر بہت خوش ہوا پنجرے سے نکالکر پاؤں پکڑ کر ہاتھ پر بٹھایا اور کہا لو کہو چڑا بولا کہ ایک عالم کہتا ہے کہ
خدا چاہے تو بہتر اونٹ کی قطار سوئی کے ناکے سے نکل جائے یہ بات سچ ہے خدا کی قدرت سے دور نہیں پر یہ

آدمی کی سعی سے ہرگز اعتبار نہ کیا چاہیے دوسرے یہ کہ جو کام اپنے اختیار میں نہ رہے اُسکے واسطے غمگین
نہ ہوا چاہیے اے درویش چھوڑ دے تو اور کہوں آزاد نے اُسے آزاد کیا پڑا اُڑ کر ایک درخت کی ڈالی پر جا بیٹھا
اور بولا فقیر تو بڑا احمق ہے کیا تیری عقل ماری گئی جو ایسا شکار اپنے ہاتھ سے کھویا میرے پیٹ میں ایک
لعل بے بہا ہے اگر تو مجھے مار کر کھاتا تو وہ بھی تیرے ہاتھ آتا درویش یہ سنکر ہاتھ ملنے لگا اور یوں کہنے لگا
اے پرند بھلا میں اس نفع سے گذرا لیکن تو اور باتیں تو کہہ چڑا بولا کہ تیرا دل مانند چکنے گھڑے کے ہے میری
باتیں اُسپر اثر نہ کریں گی ناحق کہکر کیوں ضائع کروں مثل مشہور ہے کہ اندھے کے آگے روؤ اپنی آنکھیں کھوؤ
اے نادان ابھی تو میں نے تجھ سے کہا تھا کہ جو چیز اپنے قبضے سے نکلجائے اُسکے واسطے نہ پچتائے ابھی
دم تو بھول گیا اور یہ نہ سمجھا کہ میں نے لعل کیونکر نگلا ہوگا یہ کہکر چڑا تو اُڑ گیا اور فقیر نے مایوس ہو گھر کا
رستہ لیا اس بات سے اپنی غرض یہ ہے کہ خدا کو اس طرح کی قدرت و طاقت ہے انسان کو چاہیے کہ بے تحقیقات
بادشاہوں کی جناب میں کچھ عرض نہ کرے اسواسطے تجھ کو لازم ہے کہ پہلے تو جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ آ پھر عرض کر

گیارھویں داستان جانے میں زین الملوک کے لشکر اور ارکان دولت کے ساتھ ضیافت کھانے کو تاج الملوک کے مکان میں

آخر کو توال نے وزیر سے رخصت لے کر ملک نگارین کی راہ لی جب تھوڑی سی راہ طے ہوئی ہر دل
پکار اُٹھا اُس جنگل میں ایسی آگ لگ رہی ہے کہ اُسکے شعلہ آسمان تک پہونچتے ہیں اتنے میں سواری

کچھ اور آگے بڑھی سونے کی زمین نظر آئی اور جڑاؤ عمارت جب ظاہر ہوا کہ جس پر آتش کا گمان کیا تھا وہی شعلے نہ تھے وہ اُسکی چمک تھی اتنے میں تاج الملوک نے جو کوتوال کے آنے کی خبر سنی فرمایا کہ حوضوں کو بھرو فوارے چھوڑ دو اور اُسے یاقوت کے دالان میں بٹھاؤ اہلکار حسب الحکم کوتوال کو حویلی میں لے گئے وہ جس طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا تھا جگمگاہٹ سے جواہرات کی چکاچوند لگ جاتی تھی بعد ایک ساعت کے تاج الملوک نے بھی تخت شوکت کو زیب و زینت بخشی کوتوال اُٹھ کر آداب بجا لایا اور دعا و ثنا کے بعد عرض کرنے لگا جب حضرت کے مکان بنانے اور ملک بسانے کی اس جنگل میں خبر شرقستان کے بادشاہ کی جناب میں پہونچی تب اس خانہ زاد کو تحقیقات حال کے لیے بھیجا ہو گستاخی معاف اگر آپکے دلمیں خواہش سلطنت کی اور ارادہ فساد کا ہو تو اُدھر سے بھی کچھ درنگ نہیں والا طوق بندگی کا گلے میں ڈال کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو جیے کیونکہ دو تلواریں ایک میان میں نہیں رہتیں اور نہ دو بادشاہ ایک ولایت میں تاج الملوک یہ سنکر بولا میں نے تو اس جوانات کے وطن میں ایک عبادت گاہ بنائی ہے حق تعالےٰ کی بندگی میں مشغول رہتا ہوں خواہش بادشاہی کی مطلقاً نہیں بلکہ دعوے دولت خواہی ہی کوتوال نے جو یہ کلمے شایستہ سُنے خوشی خوشی رخصت ہوا اور جو کچھ دیکھا سُنا تھا وزیر سے مفصل کہا وہ سنکر ایک لمحہ تو بحر تفکر میں ڈوبا رہا پھر بادشاہ کے حضور میں جا جو کیفیت سنی تھی عرض کی بعضوں نے تو سچ جانا اور کتنوں نے جھوٹ سمجھ نہ مانا بکاؤلی کہ زین الملوک کی خدمت میں حاضر تھی یہ بات سنکر دلمیں کہنے لگی الحمد للہ اتنی مدت کے بعد عقدۂ بستہ کی صورت کشایش اور شب نا امیدی کے بعد صبح آسایش ہونی نظر آئی بیت

طپش دل نے خبر یار کے آنے کی دی		خوش ہوئے چشم کہ یہ زمزمہ افواہ نہیں	

بادشاہ بھی اس خبر کو وزیر سے سنکر ایک ساعت گریبان تفکر میں سر ڈالے رہا اُسکے بعد فرمایا اگر یہی صورت ہے تو ایک نہ ایک دن زوال سلطنت کا موجب ہوگا وزیر نے آداب بجا لا کر عرض کیا کہ عقلمندوں نے کہا ہے جس دشمن سے لڑائی میں بر نہ آسکے اُس سے دارو مدار کر کے مل جائے بیت

خوشی سے بر آمد جو ہو کام کی		تو کیجیے نہ تندی نہ گردن کشی	

اب تدبیر یہ ہے کہ قبلۂ عالم اُس سے اخلاص بڑھاویں اور رشتہ محبت کا اُس کی گردن میں ڈالیں بادشاہ نے فرمایا تیرے سوا اور کسی کو اس بات کے لائق نہیں دیکھتا ہوں تو ہی وہاں جا اور رابطہ اُس سے بہم پہونچا لیکن وہ کام کیجیو کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنی میری شان نہ گھٹے اور اخلاص بڑھے

وزیر خجستہ تدبیر بموجب حکم کے بڑے کرّوفر سے روانہ ہوا جب تاج الملوک کو اُس کے آنے کی خبر پہونچی ارشاد کیا کہ فرش و فروش کی تیاری نئے سرے سے کریں حوضوں کا گلاب بدلوائیں فوارے چھوڑ دائیں اور اُسکو لعل بدخشانی کے دالان میں بٹھائیں جب وہ آیا اہلکار اُسی طرح عمل میں لائے شہزادہ آپ بھی وہاں رونق افزا ہوا اور ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھا وزیر نے اُٹھ کر مجرا کیا دعائیں دیں پھر التماس کیا آگے اس سے ایک بادشاہی بندہ حضور میں حاضر ہوا تھا اور اُس نے آپ کا پیام محبت انجام حضور معلیٰ میں پہونچایا اوصاف پسندیدہ بھی بہت سے بیان کیے بادشاہ کی آتش غضب کو سرد کر دیا بلکہ قبلۂ عالم کو حضرت کی ملاقات کا مشتاق کیا اس سے کیا بہتر ہے کہ دو چشمے فیض و عطا کے اور دو دریا جود و سخا کے باہم ملیں تاج الملوک نے کہا جو پیام میری طرف سے لازم تھا حضرت جہاں پناہ کی طرف سے آیا بسر و چشم مجھے قبول ہے میری بھی آرزو یہی تھی پھر وزیر نے عرض کی انشاءاللہ بعد ایک ہفتہ کے حضرت عالم پناہ یہاں رونق بخش ہونگے پھر خاصہ یاد فرمایا بکاؤلی رنگ برنگ کا طعام لذیذ اور خوش گوار جواہر نگار باسنوں میں نکلوا کر چاندی سونے کے خوانوں میں لگا کر نعمت خانے میں لایا اور دستر خوان زربفت کا بچھوا کر کھانا چُن دیا شہزادے نے وزیر کے ساتھ نوش جان فرمایا اُسکے بعد ارشاد کیا کہ وزیر کے ہمراہیوں کو بھی تقسیم کر دو لیکن ظروف نقرئی اور طلائی پھیر نہ لیجیو جب لوگوں کو کھانے سے فراغت ہوئی وزیر رخصت ہو کر شرقستان کو روانہ ہوا شتاب حضور والا میں پہونچا تمام ماجرا مفصل ظاہر کیا کہتے ہیں اُنھیں دنوں میں تاج الملوک نے ایک رات حمالہ کے سر کا بال آگ پر رکھا وہ اُسی دم ہزاروں دیووں سمیت وہاں آ پہونچی تاج الملوک اور محمودہ نے اُٹھ کر سلام کیا اُس نے دونوں کی بلائیں لیں چھاتی سے لگایا ماتھا چوما خیر و عافیت پوچھی تاج الملوک نے کہا آپ کی سلامتی میں سب طرح کا چین و آرام میسر ہے کچھ غم نہیں اور کسی چیز کی کمی نہیں لیکن کل ضیافت بادشاہ شرقستان کی مقرر ہوئی ہے وہ یہاں تشریف لائیں گے میری خواہش یہی ہے کہ اس سر زمین سے اُنکے شہر تک فرش باناتی اور مخمل سرخ اور سبز کا بچھوا دو اور کوس کوس بھر پر خیمے قاقم اور سنجاب کے طنابیں کلابتونی پردے دیبا و اطلس کے چوبیں گنگاجمنی اور میخیں طلائی و نقرئی ہوں استادہ کرا دو مگر اس افراط سے ہوں کہ بادشاہ کے ہر ایک چھوٹے بڑے امیر کو جدا جدا آرامگاہ میسر ہو کہ مخلی بالطبع رہے حمالہ نے دیووں کو حکم کیا اُنھوں نے تمام رات میں ویسی ہی تیاری کر دی اور آپ اپنے ملک کی راہ لی صبح کے وقت

شرقستان کے بادشاہ نے بموجب قرار اپنے وزیروں امیروں کو حکم دیا کہ بھاری بھاری زرق برق کی پوشاکیں اور کئی ہزار سواروں کا پرے لباس گوناگوں اور ہتھیار بوقلموں سے آراستہ ہو کر داہنی طرف رہے اور ایسا ہی سجا سجایا بائیں طرف اور ایک غول سواروں کا مسلح اونچی بنا ہوا آگے اور ہاتھیوں کا حلقہ سنہرے روپہلے ہودے اور عماریوں سے پیچھے ہر نوجوان نشان بادلہ کا چمکتا ہوا ہاتھ میں لے کر چست ہوا ٹھاٹھ سواری کا درست ہوا القصہ اس ہیئت سے سواری کے سامان تیار ہوئے جہاں پناہ ایک جڑاؤ عماری میں سوار ہوئے اور بکاؤلی مردانہ لباس نہایت پر تکلف اور جواہر پہنکر کمر آرزو محکم باندھ کر خواصی میں آبیٹھی چاروں شہزادے بھی خلعت شاہانہ زیب تن کرکے زرق برق سے اپنے اپنے ہاتھیوں پر سوار ہوئے پھر سواری تاج الملوک کے ملک کو روانہ ہوئی زین الملوک شہر سے کوس بھر آگے گیا ہوگا کہ ناگاہ زری کے خیموں کی چمک مانند شعاع آفتاب کے نظر آئی بولا اغلب ہے کہ یہ وہی مکان ہوں جن پر نگاہ نہیں ٹھہرتی اور آنکھ جھپکی جاتی ہے وزیر نے عرض کی کہ ایں گل دیگر شگفت حضرت رات کی رات میں کچھ کا کچھ رنگ بدل گیا یہاں فقط جنگل تھا جھاڑ جھنکار کے سوا غلام نے کچھ نہیں دیکھا تھا دم مارنے کی جگہ نہیں قادر کریم نے ایک مخلوق کو ایسی قدرت دی ہے کہ اُس کی صنعت کی کنہ صاحبان خرد کو دریافت نہیں ہو سکتی اُن کی عقل وادی حیرت میں بھٹکتی ہے ملک نگاریں بہشت دور ہے اُس عجائب روزگار نے یہ تماشا دکھایا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے بادشاہ وزیر انھیں باتوں میں تھے کہ اُسکے ملازموں سے ایک شخص نے آکر عرض کیا ہمارے آقا کا حکم یوں ہے کہ عالم پناہ کی سواری جس جگہ سے آگے بڑھے وہاں کا اسباب وغیرہ غریب وغربا لوٹ لیں اور خود بدولت ہر ایک منزل میں جس خیمہ کو پسند کریں اُسمیں استراحت فرمائیں چنانچہ بادشاہ جس جگہ تشریف لاتے اسباب ضیافت کا جو روے زمین کے بادشاہوں کو میسر نہ تھا وہ مہیا پاتے غرض جسقدر سواری آگے بڑھتی جاتی تھی اسی قدر اسباب کی زیادتی نظر آتی تھی اور عجائب سے طبیعت بیشتر حظ اُٹھاتی تھی تاج الملوک آپ بھی ایک منزل استقبال کے لیے آیا اور سارے لوازم آداب بجالایا آخر بادشاہ کے ساتھ کمال خوشی اور خرمی سے اپنے قصر مبارک میں داخل ہوا حضرت کو زمرد کے مکان میں اعزاز و اکرام سے بٹھایا اور مکانوں کو آراستہ کیا جا بجا نئے نئے فرش بچھ گئے گلاب کے حوضوں میں فوارے چھوٹنے لگے

بادشاہ راہ کے عجائبات سے متعجب ہورہے تھے عمارت اور باغ کی ساخت وتیاری ملاحظہ فرماکے بیخودی میں آگئے بکاؤلی بھی شہزادے کا جمال وکمال دیکھ کر دیوانی ہوگئی ہوش سے جاتی رہی سچ ہے **شعر**

جس دم کماں ابرو کوئی تیر کرشمہ چھوڑ دے ۔ سارے دلوں کو چھوڑ دے عاشق کے دلکو توڑ دے

ایک لمحہ کے بعد جیتی ہر طرف آنکھوں کو مل کر دیکھنے لگی جس مکان پر نظر پڑی اُسکا نقشہ اور جواہر اپنے مکانوں کا سا دکھا متحیر ہوکر جی میں کہنے لگی یہ کوئی بڑا جادوگر ہے کہ میری عمارت کو معلق یہاں اُٹھا لایا ہو اور اس جنگل کو عالم طلسم بنایا ہو ایک پری جو اُسکے ساتھ خدمتگاری میں آدمیوں کے بھیس میں تھی اُسے اشارہ کیا کہ نظر غور سے دیکھ اور بخوبی دریافت کر کہ یہ کیا ماجرا ہو اُسنے تامل ہوکر عرض کی آپ کے مکان جہاں تھے وہیں ہیں اندیشہ نہ کیجیے یہ نئی عمارت ہو اُس شخص نے یہ کام کیا ہو کہ ایسی نقل بنوائی ہو کہ اصل اور نقل میں فرق کرنا ہر ایک کا کام نہیں آفریں اسکی چترائی اور دانائی کو یہ سنکر بکاؤلی بہت خوش ہوئی کہ چور میں نے پکڑا اور مال اپنا پایا چاہتی تھی کہ اُسی وقت افشاے راز کرے اور پردہ درمیان سے اُٹھادے لیکن حیا مانع ہوئی جبراً و قہراً قدم صبر وتوکل کا گاڑے رہی القصہ دسترخوان بچھا اور طرح طرح کا کھانا سونے روپے کے باسنوں میں چن دیا اُسکی حلاوت کی تعریف کیونکر کیجیے کہ زبان قلم کی بند ہوئی جاتی ہے اور اس خوان کا فہرستی کاغذ میں نہیں سماتی حضرت اہل خدمت کے سلیقے اور اہلکاروں کے طریقے دیکھ کر بہت محظوظ ہوے خاصہ فرزندوں اور مصاحبوں سمیت خوشی خوشی نوش جان فرمایا اتنے میں ارباب نشاط حاضر ہوے صحبت راگ ورنگ کی دیر تک رہی **اشعار**

مطربوں کی ہوئی بلند صدا ۔ ماہ پیکر لگے دکھانے ادا ۔ گل نغمہ گئے سراسر بھول ۔ دف ونے کام میں ہوے مشغول

القصہ اسکے بعد بادشاہ اور تاج الملوک اختلاط کرنے لگے اور باتوں میں مشغول ہوے شہزادے نے پوچھا کہ آپکے فرزند کے ہیں حضرت نے چاروں بیٹوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ان کے سوا اب کوئی نہیں ایک اور بھی تھا اُسکے دیدار نحس کی بدولت یہ بلاے ناگہاں مجھ پر نازل ہوئی تھی قضاے الٰہی سے میں نے نجات پائی اور وہ اسی حالت میں خدا جانے کہاں نکل گیا تاج الملوک نے یہ سنکر کہا کہ کس سبب سے اس درگاہ عالی کو چھوڑا اور اس در دولت سے منھ موڑا کوئی اس مجلس میں اُسے پہچانتا ہے یا نہیں یہ سنکر زین الملوک نے اُس کی پیدائش اور اپنی نابینائی کا ماجرا اُس سے آخر تک ظاہر کیا پھر ایک پیر کیبرت جو اُسکا اتالیق تھا اشارت کی کہ اس کے سوا کوئی اُس کی صورت سے واقف نہیں شاہزادہ اُسکی طرف مخاطب ہوا کہ دیکھو تو اس

مجلس میں کوئی اُسکی شکل کے مشابہ ہی یا نہیں اس جہاندیدہ نے شاہزادہ کا نقشہ اور گفتگو کا رویہ بغور ملاحظہ کر کے عرض کی کہ اتنے میں کسی کو اُس شاہزادے کی صورت اور شکل کے موافق نہیں دیکھا مگر چہرۂ مبارک میں اکثر اسکی علامتیں پائی جاتی ہیں اور بول چال کی وضع بھی بہت ملتی ہے سنتے ہی اس کلام کو تاج الملوک اُٹھ کر باپ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی کہ میں وہی ناخلف ہوں جو اتنی مدت تک نحوست ایام اور طالع ناکام کے باعث سرگرداں و راس درگاہ سے محروم رہا شکر ہی کہ دیدار مبارک جسطرح سے جی چاہتا تھا اُسی طرح دیکھا اور قدمبوسی کی جس وضع سے آرزو تھی بر آئی زین الملوک نے یہ گفتگو سنکر مارے خوشی کے شاہزادے کو چھاتی سے لگایا سر اور آنکھیں چومیں سجدۂ شکر الٰہی بجالایا پھر بیٹے سے کہنے لگا یہ حشمت و اقبال کہ ایزد تعالیٰ نے تم کو بخشا ہی ہم کو پہلے ہی اسکا حال تمھارے روز تولد کے زائچہ سے معلوم ہوا تھا الحمدللہ کہ چہرۂ مقصود کو آئینہ ظہور میں حسب دلخواہ دیکھا بارے آنکھوں میں روشنی و دچند ہوئی یہ کہو کہ آجتک کہاں تھے اور سرو آزاد ہو یا کسی شمشاد قد سے پیوند کیا ہی شاہزادہ بولا کہ غلام کی دو منکوحہ ہیں اگر حکم ہو بار یاب ہوں اور قدمبوسی حاصل کریں حضرت نے فرمایا اس سے کیا بہتر شاہزادہ محل میں جا کر دلبر اور محمودہ کو بادشاہ کی خدمت میں لایا وہ دونوں پری پیکر اُس مکان کے قریب آ کر ٹھٹک رہیں تب زین الملوک نے کہا کہ یہاں کیوں نہیں آتیں جو اُنکے دیدار فرحت آثار سے میں نرگس چشم کو منور کروں اور سینہ کو سرور سے بھروں تاج الملوک نے التماس کیا کہ آپ کی یہ لونڈیاں حیا سے نہیں آتی ہیں کہ چاروں شہزادے انکے بندۂ آزاد ہیں چنانچہ اُنکی مہر سے اُنکے چوتڑوں پر داغ موجود ہیں مزاج چاہے تو حضرت بھی ملاحظہ فرمائیں اس راز کے کھلنے سے چاروں کے منھ کا رنگ اُڑ گیا شرمندہ ہو کر وہاں سے اُٹھ گئے تب وہ دونوں آ کر قدمبوس ہوئیں پھر زین الملوک نے تمام سرگذشت ایام جدائی کی اور دلبر اور محمودہ جان کا احوال استفسار کیا شاہزادے نے بھی شدائد سفر اور محنت بیابان کی اور احوال بھائیوں کے داغ کھانے کا دلبر کے ہاتھ سے اور مروت حمالہ کی اور بیاہنا محمودہ کا لینا گل بکاؤلی کا گلاب کے حوض سے اور بکاؤلی کے دیکھنے کی کیفیت خواب کی حالت میں اور گل مذکور چھین لینا بھائیوں کا اور بنانا باغ اور حویلی کا بیابان میں مفصل ظاہر کیا اتنے میں بادشاہ کو تاج الملوک کی ماں یاد آ گئی بولے کہ تم نے تو میری آنکھیں گل بکاؤلی سے روشن کیں اور اپنے دیدار سے دروازہ سرور کا دل غمناک کے آگے کھولدیا اب مجھ کو بھی لازم ہی کہ اُس درد انتظار کی ماری تمھاری ماں کو یہ مژدۂ جانبخش سناؤں اور اُس مبتلائے رنج فراق اور تشنۂ دیدار کو تمھارے آنکی خوشخبری کا شربت پلاؤں یہ کہہ کر بادشاہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور

قلعۂ مبارک میں تشریف لاکر تاج الملوک کی ماں کے پاس گئے اور ایام گذشتہ کی بدسلوکیوں کا بہت سا عذر کیا آگے سے زیادہ سرفراز کیا اور بیٹے کے آنے کا مژدہ دیا کہ اے عزیز تیری عزت بادشاہ کے دربار میں تیری خدمت کے موافق ہوگی چاہیے کہ شاہزادے کے مانند کار شایستہ کرے تو تیری محنت شاہ کے دل پر مؤثر ہو اور پیغام اپنی ملاقات کا تجھے بھیجے بلکہ بیاکانہ آپ ہی تیرے پاس چلا آئے اور بے اختیار تیرا سر اپنی چھاتی سے لگائے اگرچہ پہلے دیدار کے لائق نہ ہو لیکن آخر کار اسی مقام میں آپ کو پہونچائے کہ وہاں تیرا کوئی شریک نہ ہو سکے پھر ایسا کام نہ کیجیو کہ شاہزادوں کے مانند داغ لعنت اُٹھائے اور کس و ناکس کے روبرو رسوا ہو

بارھویں داستان بکاؤلی کے رخصت ہونیکی زین الملوک سے اور نامہ لکھنے میں تاج الملوک کو

زین الملوک جب اپنی دار السلطنت میں داخل ہوا بکاؤلی اُس سے رخصت ہوکر اپنے باغ میں آئی اور ایک اشتیاق نامہ تاج الملوک کیلیے لکھا پھر اُسکو تاج الملوک کی انگوٹھی سمیت سمن پری کو کہ خفیہ اُسکے ساتھ گئی تھی حوالے کیا اور کہا جلد جا جسوقت شاہزادے کو کاروبار دنیا سے فارغ اور تنہا پائیو ان دونوں کو اُسکے ہاتھ میں دیجیو وہ اُڑ ناگن لیکر اُسی وقت اُڑی ایک دم میں تاج الملوک کے محل میں آپہونچی اور کسی طرف گھات میں لگ رہی جب تاج الملوک بکاؤلی کے دھیان میں اکیلے مکان میں آبیٹھا یہ اُسکے روبرو جاکر آداب بجالائی اور وہ امانت حوالے کی شہزادے نے انگوٹھی پہچانی اور خط کھولکر پڑھا مضمون یہ تھا نامہ گل بکاؤلی

سخن ابتدا کر بنام خدا | کہ ہے وہ مبرا ز چون و چرا
ستاروں سے روشن کیا آسماں | کیے جن و انسان مین پر عیاں

جمال اور کرشمے پری کو دیے | جلایا دل آدمی عشق سے
پری کو بنایا پھر اُسی کو شرف | کیا تیر اُلفت کا اسکو ہدف

ذرا اپنے پرتو کو لیلی پہ ڈال | ہوا قیس خود بن کے محو جمال
عیاں حسن کو جنکے شیریں کیا | وہی جنکے فرہاد شیدا ہوا

ہو مہر اسکے جلوے کی ادنی ضیا | اُسی پر ہے بیتاب رہ سدا
چراغ محبت کو روشن کیا | شعور اُسپہ پروانہ ہوکے جلا

ہے بعد اسکے میرا سلام و پیام | تجھے اے شہ خوبرو نیکنام
ترے چشم و ابرو نے اے شوخ و شنگ | لگائے مرے دلپہ لاکھوں خدنگ

او اُس زلف پر خم نے ای گلعذار | کیا مثل قمری مجھے طوق دار
کیا قتل جہاں کو خوں عشق نے | جلایا درون و برون عشق نے

مگر یہ سخن ہے غلط مشتہر | کہ اکدل کو ہے دوسرے کی خبر
میں جلتی ہوں تجکو خبر کچھ نہیں | مرے سوز دل میں اثر کچھ نہیں

ترے ہجر میں غمکدہ ہے یہ گھر | اگر تو نہ ہو خلد بھی ہے سقر
ذرا شربت وصل منہ میں چوا | لبوں پر مرا دل ہے اے دلربا

کیا دل ترے غم نے ایسا فگار | ہوے ایک ٹکڑے کے ٹکڑے ہزار
ہیں ناسفتہ گوہر لعل ای خوش لقب | ہے لماس کی مجکو تجسے طلب

تو دریا ہے اور میں ہوں تشنہ جگر | بجھا پیاس کو میری جلد آکر
وے میں جو اُٹھوں گی روز جزا | تو ہونگے ترے لعل لب خونبہا
ترے غم میں جی سے گذر جاؤنگی | اگر تو نہ پہونچا تو مر جاؤں گی
جواب اُسکا پھر دیگا کیا تو مجھے | جو پوچھینگی کاہیکو مارا مجھے
نہ بول آگے بس اے زبان قلم | دکھانیکو دل کے نہیں یہ بھی کم

غرض تاج الملوک نے مضمون نامہ کا کہ ہر نقطہ بھرا ہوا شوق سے اور ہر حرف پر ذوق سے تھا دریافت کیا عشق کی آگ کہ سینے میں دبی ہوئی تھی بھڑکی سیماب کے مانند بیتاب ہوکر تڑپنے لگا آخرش دل کی بیقراری کو تھانبا ناچار ناچار صبر کیا پھر قلم فراق رقم کو ہاتھ میں لے کر ایک بند کاغذ کا اُٹھا کے نامے کا جواب یوں لکھا **نامہ تاج الملوک**۔

اے عاشقوں کی جلانے والی | ہر طرز جفا تری نرالی
ابرو تری آنکھ پر وہ خمدار | ہے مست کے پاس جیسے تلوار
غنچہ ہے ترے دہن سے دلتنگ | آگے ترے لب کے لعل بے رنگ
تو سیم تنوں کی صف شکن ہے | تو عشق کی راہ میں راہزن ہے
جادو ہے تری نگاہ پنہاں | یا برق ہے برائے خرمن جاں
روشن ہے تجھی سے چشم امید | ہیں ذرہ صفت میں تو ہے خورشید

اے نازنین زہرہ جبین رشک افزاے بتان چین تیرے اشتیاق نامے کے مضامین آتشبار نے میرے استخوان کو برنگ شمع جلا دیا اور دل مہجور کو داغوں سے معمور کیا شور و فغاں سے حشر برپا ہوا آہ کا دھواں چار طرف گھٹ گیا اے شمع شب افروز جو داغ تیرے عشق کی سوزش سے میرے سینے میں پڑے ہیں ہرگز نہ مٹیں گے بلکہ جب تک داد کے جگر میں کلفت ہے یہی چمکا کرینگے یہ نہ جانیو کہ تیرا تصور میری آنکھوں سے کسی وقت جاتا ہے یا تیری یاد کسی دم میرا دل بھلاتا ہے کوئی گھڑی نہیں کہ جس میں مجھ کو تیری جستجو نہیں اور تیرے ملنے کی آرزو نہیں ہے تو تیرا نام سنکر دیوانہ ہوکر آنکھوں سے راہ چلا جان کا خطرہ نہ کیا دیووں سے کس کس طرح سازش کی اور انکی گردن میں کمند محبت ڈالی جب کہیں تیرے جمال جہاں آرا کو ذرا دیکھا اور نمک زخم پر چھڑکا فی الجملہ میرے سینۂ سوزاں کی وہ آگ ہے کہ جس کی ایک چنگاری تیرے دل میں جا پڑی یا برق اشتیاق کی ایک تڑپ ہے جو تیرے خرمن کیطرف دوڑ گئی **بیت**

ہے فیض عشق کی سوزش جو تیرے سینے میں | شرار ایک ہے لیکن وہ آبگینے میں

میں کیا کہوں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے جذبہ تیرا ہی کام کا ہے **بیت**

تا نہ ہو دلبر کی جانب سے کشش | عاشق بیچارہ کہہ کیا کر سکے

بس زیادہ اس راز سے قلم کو آشنا نہ کیا چاہیے کہہ گئے ہیں **مصرع**

قلم کب آشنا ہے رازِ مشتاقوں سے او رحرم

والسّلام پھر خط کو لفافہ کرکے اپنی چشم سرمہ سائے نمناک کو بجائے مُہر اُس پر رکھا اس کے بعد سمن رو پری کے ہاتھ میں دیا اور زبانی پیام باشتیاق تمام بہت سے دیے آخر وہ رخصت ہو کے بکاؤلی کے پاس آ پہونچی جواب نامہ کا حوالے کیا اور زبانی بھی جو کچھ حال تھا کہہ سنایا

تیرھویں داستان تاج الملوک کے جانیکی بکاؤلی کے پاس اور قید ہونے میں بکاؤلی کے
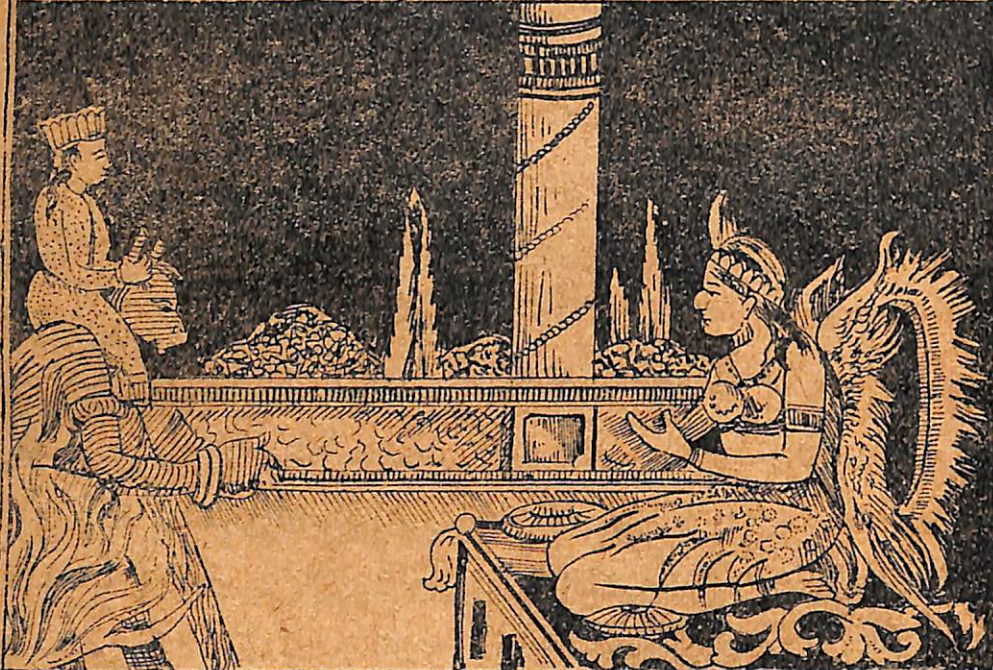
القصہ جب بکاؤلی نے تاج الملوک کا اشتیاق اپنے سے دونا پایا اور صبر و قرار طرفین کا بغیر وصال کے محال نظر آیا سمن رو سے کہا کہ حمالہ کو جلد حاضر کرو وہ سنتے ہی دوڑی گئی ایک پلک میں جا پہونچی حمالہ اُس کو مضطرب دیکھ کر پوچھنے لگی اے بھینا خیر ہی ایسی گھبرائی کیوں آئی ہو وہ بولی خیریت ہے شہزادی نے تم کو یاد کیا ہے دیر نہ کرو جلدی گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور غیر کے بلانے سے بید کی طرح کانپتی ہوئی آئی کیا دیکھتی ہے کہ بکاؤلی نرگس چشم یار سے بیمار ہے اور ہر مژہ فوارے کے مانند اشکبار ماتم زدوں کی صورت اُس عشرتکدہ میں بنائے بیٹھی ہے آداب بجا لاکر سر سے پاؤں تک بلائیں لیکر کہنے لگی اے یاسمن نشاط دل گلشن انبساط تیرا غنچۂ دل ایسا کیوں تنگ آیا جو تو نے اپنا یہ رنگ بنایا کاہیکو شبنم کیطرح روتی ہے کس لیے پھول سے

مکھڑے کو گرم گرم آنسوؤں سے دھوتی ہے تیری بلا میرے کو لگے تو ہمیشہ خوش رہے خدا کے واسطے کچھ بات کر
بول اپنے دل کے بھید کو مجھ پر کھول یہ سنکر بکاؤلی نے کہا ڈھیٹھ ولالہ اتنی کیوں باتیں بناتی ہے جان بوجھ کر
بھولی ہوئی جاتی ہے یہ تیری ہی آگ لگائی اور بلا لائی ہوئی ہے ان پتے بازیوں سے ہاتھ اُٹھا اور اپنی
لگائی کو بجھا یہ گر تو تیرے داماد کا ہے یا کسی اور کا اور اُس کو تو نے یہاں تک پہونچایا یا کوئی اور
لایا غرض میرے پردۂ ناموس میں رخنہ اُسکے ہاتھ سے پڑا اور ننگے کھلے اُس نے مجھے دیکھا اگر اپنا بھلا
چاہتی ہے تو جلد جا اور اُسے مجھ تک لا حمالہ یہ بات سُنکر ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ تم نے اتنی ہی
بات کے واسطے رو رو کر منھ سجایا ہے اور اپنا یہ حال بنایا ہے تم اُٹھو ہاتھ منھ دھوؤ ہنسو بولو اُسکا
لانا کتنا کام ہے میں ابھی کان پکڑے لے آتی ہوں اور ایک آن میں تم سے ملاتی ہوں آخر وہ
لنکا شرقستان کی طرف دوڑی گئی بات کی بات میں تاج الملوک کے پاس آ پہونچی اور مسکرا کر کہنے
لگی اُٹھو رے پروانے اڑ چل تجھے تیری شمع نے یاد کیا ہے یہ سنتے ہی شہزادہ بے اختیار اُس کے
پاؤں پر گر پڑا حمالہ نے اُسکا سر اُٹھا کر چھاتی سے لگایا پھر کاندھے پر بٹھا کر بکاؤلی کے مُلک کا راستہ
لیا اس اثنا میں جمیلہ خاتون کے کان میں یہ بھنک پڑی کہ تمھاری بیٹی بروگن سی بن گئی ہے شاید کسی
آدم پر وہ پریزاد دیوانی ہوئی ہے اس بات کی تحقیق کرنے کو وہ بکاؤلی کے پاس آئی اور آثار عشق کے
اُس میں دیکھ کر بہت خفا ہوئی اور اپنا منھ پیٹ کر بولی اری کواری تھتکاری تو ناپید ہو یہ کس کے پیچھے
بروگ لیا ہے اور کس کے لیے یہ جوگ سادھا ہے پریوں کا ننگ و ناموس تو نے کھویا اور گُل کا نام
ڈبویا اُس نے یہ باتیں سنکر کانوں پر ہاتھ رکھا اور صاف مُکر گئی قسمیں سخت سخت کھانے لگی ماں کے
پانوں پر گر پڑی اور کہنے لگی میں نے تو آج تک عشق کا نام بھی نہیں سنا اور آدمی کو خواب میں بھی نہیں
دیکھا کسی نے طوفان جوڑا اور تہمت کی اُس کا نام سچ بتاؤ نہیں تو میں اپنا خون کروں گی اور
جان دوں گی یہ حالت اُس کی دیکھ کر ماں ہی تو تھی گھل گئی مگر ظاہر میں رُکھائی سے بولی چل چپ رہ
اتنے چھنال گھنگوٹے نہ کر نسوے نہ بہا اتنے میں حمالہ اُس مشتاق کو لے کر پہونچی سمن رو پری تو
محرم راز تھی اُسنے اشارے سے آگاہ کر دیا کہ وہ مسافر بھی آ پہونچا شہزادی نے بھی اشارے سے
کہا کہ ایک مکان محفوظ میں چھپا رکھو غرض پہر رات گئے تک تو بکاؤلی چار ناچار ماں کے پاس
بیٹھی رہی جب وہ پلنگ پر جا کر سو رہی بکاؤلی نے دیکھا کہ خوب غافل ہوئی وہاں سے اُٹھی اور

دبے پاؤں چلی دل خوف سے دھڑکتا اور جی شوق سے پھڑکتا تھا قصہ مختصر اسی صورت سے شہزادے کے پاس پہونچی اُس کی نگاہ جوہیں اس سراپا ناز پر پڑی ہوش جاتا رہا غش ہو کر گر پڑا جب تو یہ گھبرا کر دوڑی اُسکا سر اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا منھ سے منھ اور گال سے گال رگڑنے لگی اُس غنچہ دہن کی بو کہ گلاب سے بہتر تھی سونگھتے ہی شہزادے کے دماغ میں قوت آگئی ہوش میں آیا آنکھیں کھولدیں اپنے سر کو اُس زہرہ جبیں کے زانو پر دیکھا کوکب بخت کو اوج پر پایا خوش و خرم اُٹھ بیٹھا پھر تو پیار کی آنکھیں طرفین سے پڑنے لگیں یہاں تک کہ ٹکٹکی بندھ گئی آخر شراب شوق کا پیالہ چلنے لگا نشہ اشتیاق دونوں کو چڑھا پردۂ حجاب بیچ سے اُٹھ گیا چالاکی اور بیباکی کا بازار گرم ہوا شرم و حیا نے کنارہ کیا جام وصل دونوں نے پیا اور آتش فراق کو ٹھنڈا کیا مثنوی

ہزار افسوس پھر یہ چرخ پر زور	کریگا مشتری کو ماہ سے دور	جہاں دو شخص بیٹھے ملکے اک جا	وہیں سنگ جدائی اُسنے پھینکا
جو دے اک دن میں تو را آشنائی	تو بخشے اسکو سو داغ جدائی	غلط ہے یہ کہاں اسمیں خطا ہے	کماں میں اسکی بس تیر جفا ہے

اتفاقاً جمیلہ خاتون آدھی رات کے وقت چونک پڑی چاندنی کی بہار سے باغ بھی اُسوقت نور باغ بن رہا تھا بیدھڑک اُٹھ کھڑی ہوئی اور سیر کرنے لگی ناگاہ اُس جگہ جہاں وہ دونوں خوابیدہ بخت سوتے تھے جا نکلی اس حالت کو دیکھتے ہی اُسکی آتش غضب کا شعلہ بھڑکا غصہ رُکا نہ گیا تاج الملوک کو مانند سنگ فلاخن صحرائے طلسم میں پھینکا اور بکاؤلی کے گل رخسار کو طمانچوں سے گل ارغواں بنا دیا اس کے بعد گلستان ارم میں کہ اس کے باپ کا تخت گاہ تھا اپنے ساتھ لے گئی اور جو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا فیروز شاہ سے کہا اُس نے کتنی پریاں خوش بیان چرب زبان اُس شمع رو کی مصاحبت میں مقرر کیں کہ اُسکو نصیحت کیا کریں اور انسان کا نقش اُلفت اُسکے لوح دل سے دھویا کریں چنانچہ وہ اس کام میں دن رات مشغول تھیں لیکن بکاؤلی کی دبی ہوئی آگ عشق کی اُن کی باتوں سے سلگ اُٹھتی تھی شعلۂ اشتیاق دونا بھڑک جاتا تھا دن ہر کسی کے ساتھ بیٹھ کر کاٹتی تھی اور رات بھر یار کے خیال میں جاگتی تھی اور یہ غزل اپنے حسب حال پڑھتی تھی غزل

کوئی نہ میری طرح بھی ہو مبتلائے فراق	تمام عمر نہ سر سے گئی بلائے فراق	غریب عاشق بیدل فقیر سرگرداں
خطاب دیتا ہے کیا مجکو بادشاہ فراق	ہمیشہ سینۂ سوزاں سے شعلے اُٹھتے ہیں	دل و جگر کو جلاتے ہیں اخگرہائے فراق
فراق کو تری فرصت کا مبتلا یہ کروں	کہ خوب غم ن بگر دمیں یدہائے فراق	کہاں فراق کہاں میں و رنج و تعب

فلک کے ہاتھ سے ٹوٹ جائے پائے فراق	میں نہ پاؤں کہاں کیا کروں کہوں کس سے	فراق کو بھی کوئی ہو جو دے سزائے فراق
اگر فراق ملے مجکو جان سے ماروں	سرشک و یدہ سے بھروں میں خونبہائے فراق	بقول حافظ شیراز اب مرے دل سے
	برنگ مرغ سحر آتی ہے صدائے فراق	

جب پریوں نے اُسکے مزاج میں ان بدن سوز کو بڑھتے پایا جانا کہ عشق نے اُسکے دل میں گھر بنایا ناچار ہو کر فیروز شاہ سے عرض کی کہ ہم نے اپنا بہتیرا مغز پھرایا مگر فائدہ کچھ نہ پایا وہ کسی طرح نہیں سمجھتی پتھر کو جونک نہیں لگتی خیر شرط تھی سو کی آگے جو ارشاد ہو فیروز شاہ نے اس ماجرے کو سنکر جانا کہ بیٹی ہاتھ سے جا چکی نصیحت مطلق نہیں سُنتی بکاؤلی کو طلسمات میں قید کیا اُس سیم تن کے پاؤں میں سونے کی زنجیر کو بھر دیا

چودھویں داستان تاج الملوک کے دریائے محیط میں پڑنے کی اور سلامت پہونچنے کی وہاں سے بیابان میں اور تبدیل ہو جانے میں صورت اصلی کے

کہتے ہیں کہ جب جمیلہ خاتون نے شہزادے کو ہوا پر پھینکا وہ ایک دریائے عظیم میں جا پڑا اور اُس کے تلاطم سے تہ و بالا ہونے لگا کبھی موتی کے مانند نیچے جاتا تھا اور کبھی حباب دریا کی طرح پانی پر تیراتا تھا چندروز کے بعد کنارے پر پہونچا سچ ہے کہ عاشقوں کی جان عزیز تک اجل کا ہاتھ یک بیک نہیں پہونچتا اور موت کا پنجہ اُن کے مرغ روح کی گردن نہیں مروڑ سکتا کوئی رمق جان باقی رہی تھی تری سے خشکی میں آیا آفتاب کی گرمی سے ہاتھ پاؤں کھلے حرکت کے قابل ہوے اور بدن میں زور پیدا ہوا اُٹھ کر ذرا آگے بڑھا سامنے ایک جزیرہ نظر آیا اُسمیں جا کر دار دہوا اقسام اقسام کے میوہ دار درخت اُسمیں تھے ادھر اُدھر پھرنے لگا اتنے میں ایک ایسا باغ نظر آیا کہ اُسکے درختوں کے پھل آدمیوں کے کلے کے مانند تھے یہ جو اُن سے دوچار ہوا وہ کھلکھلا کر ہنس پڑے پھر سب کے سب زمین پر گر پڑے ایک ساعت کے بعد اور کلے اُن شاخوں میں پیدا ہوے شاہزادہ یہ تماشا خدا کی قدرت کا دیکھ کر نہایت حیران ہوا بلکہ ڈرا اور وہاں سے آگے بڑھا ایک باغ انار کا ملا اُسمیں ہر ایک انار گھڑے کے برابر تھا تاج الملوک نے ایک انار جو توڑا اُس میں سے چھوٹے چھوٹے پرند خوشرنگ نکل آئے پھر سب کے سب چڑیوں کیطرح اُڑ گئے شاہزادہ یہ صنعت خالق کی دیکھ کر اور بھی دنگ ہوا الٰہی ہذا الفیاس ایسے ہی ایسے عجائب و غرائب چندروز تک دیکھا کیا غرض جس سرزمین پر

جا پہونچتا ایک نیا ہی تماشا نظر آتا کسی طرح وہاں سے رہائی نہ پاتا تھا ایک دن نہایت تنگ ہو کر ہر طرف
سے لکڑیاں جمع کیں پشتارا باندھا پھر خدا کا نام لے کر دریا میں ڈالدیا اور اُسپر جا بیٹھا کئی روز کے بعد
وہ ایک کنارے پر جا لگا یہ اُتر کر آگے چلا ایک بیابان ہولناک میں جا کر وارد ہوا شام کے وقت درندوں
کے ڈر سے درخت پر جا بیٹھا پھر رات ہو گئی ایک سناٹے کی آواز دکھن کی طرف سے کان میں پہونچی
ہر چند شاہزادے نے داہنے بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا آخرش ایک اژدہا پہاڑ سا نظر آیا اور
اُسی درخت کے نیچے کہ جسپر شاہزادہ تھا آیا اُسکی صورت دیکھنے سے اُسکے حواس اُڑ گئے درخت
کی ڈالی سے لپٹ کر دم بخود ہو گیا ایک ساعت کے بعد اژدہے نے ایک کالا سانپ اپنے منھ سے نکالا
اور اُسنے ایک من آفتاب سا چمکتا ہوا اُگل کر درخت کے نیچے رکھ دیا اُسکی روشنی سے چار کوس کے
عرصہ تک جتنے جنگل درخت پہاڑ تھے روشن ہو گئے اور وحوش وطیور اُسکے آگے آکر ناچنے لگے آخر مدہوش ہو کر
گر پڑے وہ اُن کو دم کی کشش سے کھینچ کھینچ کر نگلنے لگا یہانتک کہ اُسکا پیٹ بھر گیا سانپ اپنے من
کو نگل گیا اور وہ سانپ پھر جس طرف سے آیا تھا اُسی طرف کو چلا گیا شاہزادے کے جی میں یہ لہر آئی
کہ ایسی تدبیر کیجیے کہ جو یہ من ہاتھ لگے عقل دوڑانے لگا آخر سوچتے سوچتے صبح ہو گئی پھر دریا کی
طرف گیا اور وہاں سے ایک بڑا لوندا کیچڑ کا اُٹھا لایا اور شام کے وقت درخت پر چڑھ کر اُسی طرح بیٹھ
رہا اژدہا بھی اپنے وقت معین پر آ پہونچا اور بدستور سانپ کو منھ سے نکالا اور اُسنے من کو شہزادہ
گھات میں بیٹھا تھا اس حکمت سے اُس گل حکمت کا لوندا من پر ڈالا کہ گل حکمت کر دیا تمام اندھیرا ہو گیا
ہاتھ کو ہاتھ سوجھنے سے رہگیا اژدہا اور سانپ سر ٹپک ٹپک کر مر گئے نور کے تڑکے درخت سے
اُترا اور وہ مہرۂ نورانی کیچڑ سے نکالکر اپنی کمر میں باندھا اور آبادی کی توقع پر آگے چلا تمام دن
دشت پیمائی اور صحرا نوردی میں کاٹتا تھا جب رات ہوتی تھی کسی درخت پر چڑھ کر بیٹھ رہتا
تھا غرض دن رات اسی طرح بسر کرتا تھا اتفاقاً ایک رات کو جس درخت پر بیٹھا تھا اُسپر ایک
بولتی ہوئی مینا کا آشیانہ تھا وہ اپنے بچوں کو اکثر کہانیاں نقلیں سُنایا کرتی تھی اور ہر ایک فن کی
گھاتیں بتایا کرتی تھی اسلیے کہ کان پڑی بات ایک نہ ایک دن کام آ رہتی ہے اس رات کو بچوں نے
مینا سے کہا اے اماں جان کوئی بات اس بیابان کی تو کہو مینا بولی کہ اس جنگل میں گنج بیشمار جا بجا گڑا ہے
اور اُسکے سوا یہاں سے دکھن کی طرف ایک حوض کے کنارے ایک بڑا درخت ہے کہ اُسکو سراج القطب

کہتے ہیں اگر کوئی اُسکے پوست کی ٹوپی بناکر پہنے تو وہ کسی کو نظر نہ آئے اور وہ سب کو دیکھے لیکن اُس تک کوئی
پہونچ نہیں سکتا کیونکہ اُسکا ایک بڑا سانپ نگہبان ہی اُسپر تلوار و تیر کچھ کارگر نہیں ہوتا بچوں نے مینا
سے پوچھا کہ پھر کس طرح کوئی وہاں پہونچے مینا نے کہا ایسا کوئی جوانمرد ہو کہ گھبرا نہ جائے اور ہمت باندھے
ہوے اُس حوض کے کنارے آپ کو پہونچاوے وہ سانپ لپک کر جب اُسپر آوے وہ حوض میں
کود پڑے فورًا اُسکی صورت کوے کی ہو جاویگی کچھ اسکا اندیشہ نہ کرے اور اُڑکر اُس درخت کے پچھم طرف
ڈالی پر جا بیٹھے اُسمیں کتنے سبز اور کتنے لال پھل لگے ہیں اگر لال پھل توڑکر کھا جائے تو پھر اپنی اصلی صورت
پر آجائے اور سبز پھل کی یہ تاثیر ہے کہ جو اُسکو سر پر رکھے تو کوئی حربہ بدن پر اثر نکرے اگر کمر میں باندھے تو ہوا پر اُڑتا
پھرے اور پتوں کا خواص یہ ہی کہ زخم پر اُنھیں رکھے تو فورًا بھر آوے اگر اُسکی لکڑی ہزار من لوہے کے قفل کو
چھوائے تو اُسی دم فت کھلجائے تاج الملوک یہ عجیب و غریب باتیں سنکر حد سے زیادہ اس درخت کا مشتاق ہوا صبح
ہوتے ہی اُس پتے پر چلا بہر صورت آپکو اُس حوض تک پہونچایا سانپ بھی اُسکو دیکھتے ہی لپکا شہزادہ مطلق نہ جھجکا
حوض میں کود پڑا پھر کوا بنکر اُس درخت کی اُسی میوہ دار ڈالی پر جا بیٹھا اور ایک لال پھل کھاکر اپنی اصلی
صورت پر آگیا پھر اسکے بعد کچھ سبز پھل توڑکر کمر میں باندھے اور ایک لکڑی بھی لاٹھی کے موافق لے لی
پھر تھوڑی سی چھال کہ جسمیں ٹوپی بنے اور کچھ پتے لے کر وہاں سے اُڑا چند روز کے بعد جنگل سے باہر
نکلا آثار آبادی کے دکھائی دیے وہاں ایک نوکدار لکڑی لیکر اپنی ران کو چیرا اور کالے کا من اُسمیں
رکھ کر وہی پتے زخم پر رکھدیے فورًا اچھا ہو گیا پھر وہاں سے آبادی کی راہ لی

پندرھویں داستان پہونچنے میں تاج الملوک کے ایک حوض پر اُسمیں غوطہ مارکے تبدیل ہونا اُسکی شکل کا

نقل ہی کہ تاج الملوک ایک سنگ مرمر کے حوض پر جسکے چار طرف رنگ برنگ کے پھول پھولے
ہوے تھے جا پہونچا وہ سہانی جگہ اور ٹھنڈی چھاؤں دیکھکر شاہزادہ ایک آن سو گیا جب آنکھ کھلی اور پانی
کی صفائی ملاحظہ فرمائی ٹوپی اور عصا ایک درخت کے نیچے رکھکر اُسمیں اُترا اور غوطہ مارا جوں ہی پانی سے
باہر نکلا اُس حوض و مکان کو نہ پایا بلکہ ایک شہر کے متصل جا پہونچا اسکے سوا کیا دیکھتا ہی کہ علامت مردی
کی جاتی رہی اور صورت عورتوں کی سی ہوگئی گل سے رخسارے کہ خط سبز سے سبزہ زار تھے یاسمن کے

بلنہ مصفا ہوگئے اور صندل سی چھاتی پر آثار پچوں کے نمودار ہوئے تاج الملوک اس آفت ناگہانی سے
نہایت گھبرایا صبر کے سوا اور کچھ تدبیر نہ سوجھی ناچار شکیبائی اختیار کی اور ایک جگہ شرمندہ ہوکر بیٹھ گیا
اس میں ایک جوان وہاں آیا اُسنے دیکھا کہ ایک عورت نوجوان پاکیزہ رو نہایت حسین بیٹھی ہے
اگر حور کہیے تو روا ہے اور پری کہیے تو بجا ہے غرض جوان کا دل اُس پر آگیا پوچھا اے نازنین
تجھ پر ایسی کیا آفت پڑی ہے جو اس ویرانہ میں آکر بیٹھی ہے اُس نے کہا میرا باپ تاجر تھا جہاں
تجارت کے واسطے جاتا تھا مجھ کو اپنے ساتھ لیجاتا تھا کل اس جنگل میں مع قافلہ آکر اُترا آدھی رات
کو ڈاکہ پڑا سب مال لٹ گیا وہ رفیقوں سمیت مارا گیا ساتھ چھٹ گیا قافلہ کے لوگ اپنی اپنی جان لیکر
بھاگ گئے فقط میں اس ویرانہ میں بیکس رہگئی اب یہاں نہ کہیں رہنے کا ٹھکانا ہے نہ بیٹھنے کا نہ
طاقت چلنے کی ہے جوان نے کہا اے نازنین اگر تو مجھے قبول کرے تو میں تجھے اپنے گھر لیچلوں اور صاحب خانہ
بنا کے رکھوں اسکی بھی آتش شہوت جوان کے دیکھنے سے شعلہ زن ہوئی تھی اس بات پر راضی ہو کر
اُسکے ساتھ گیا جو رو بننے کے سوا اور کچھ بن نہ آیا اس واردات عجیب سے کبھی ہنستا اور کبھی روتا ہر طرح
سے اپنے دن کاٹتا اس اثنا میں اُسے حمل نمودار ہوا تو مہینے کے بعد ایک بچہ جنا چالیسویں روز ایک
حوض میں کہ اُس کے گھر کے نزدیک تھا جا کے ایک غوطہ مارا جوں ہی سر اُٹھایا تو دیکھا نہ وہ سرزمین
ہے اور نہ وہ صورت خدا کی قدرت سے آپ کو ایک حبشی جوان کی شکل دیکھا کہا الحمد للہ اگرچہ
جمال اصلی تو نہیں ملا لیکن عورت سے پھر مرد تو ہوا غرض اسی خیال میں تھا کہ ناگاہ ایک عورت حبش
کی سی وضع اوپر کا ہونٹھ اُسکی ناک کی پھنگ سے لگا ہوا اور نیچے کا ٹھوڑی کے نیچے پڑا ہوا کان
شانوں تک چوچیاں رانوں تک سر کھولے ہوئے زبان سے ہونٹھ چاٹتی ہوئی سامنے سے نمود
ہوئی اور اُس کی کمر پکڑ کر پکاری کہ اے بے حمیت تین دن سے لڑکے بھوکے پیاسے مرتے ہیں اور
میں تیری تلاش میں سرگرداں پھرتی ہوں تو کہاں چھپ رہا تھا بھلا جو ہوا سو ہوا اب وہ تین
دن کی لکڑیاں تو لا کہ اُن کو بیچ کر لڑکے بالے کھانے کو لائیں تاج الملوک نے آسمان کیطرف
دیکھ کر کہا خدایا کب تک مجھ کو اس عذاب میں گرفتار رکھے گا ابھی دیو کے ہاتھ سے چھوٹ کر دم نہیں
لیا تھا کہ بلا کے پنجے میں پھنسا قصہ کوتاہ وہ ناپاک کشاں کشاں اپنے گھر لے گئی چار طرف سے
لڑکوں نے آکر گھیر لیا کہ بابا ہمارے واسطے کیا لائے شہزادہ چپکا ایک ایک کا منہ دیکھنے لگا اتنے میں

اس چڑیل نے ایک کلہاڑی تاج الملوک کے ہاتھ میں دی کہ جاکر لکڑیاں کاٹ لا شہزادہ اس فرصت
کو غنیمت سمجھا جنگل میں گیا لیکن اس طلسمات عجیب کی حالت سے حیران تھا دلمیں سوچا کہ دو بار حوض
میں غوطہ مارنے سے صورت تبدیل ہو چکی ہی تیسری دفعہ بھی امتحان کیجیے اور دیکھیے کہ اب کیسی شکل
بنتی ہے پھر ایک حوض میں جاکر غوطہ مارا جب سر نکالا آپ کو بصورت اصلی پہلے حوض کے کنارے
پر پایا لاٹھی اور ٹوپی کو بے تفاوت رکھے ہوے دیکھا سجدہ شکر کا درگاہ الٰہی میں بجا لایا
اور دل میں ٹھہرایا کہ اب کسی حوض میں غسل نہ کیجیے بلکہ ہاتھ بھی نہ ڈالیے پھر لاٹھی ہاتھ میں لے اور
ٹوپی سر پر رکھ روانہ ہوا اے یاران دہر حق تعالےٰ نے بنی آدم کے سر پر کرامت کی ٹوپی پہنا کر اور
عصمت کا عصا ہاتھ میں دیکر طلسم گاہ دنیا میں کہ مزرع آخرت ہی عاقبت کی تکمیل کے لیے بھیجا ہی پس
انسان کو چاہیے کہ گل اور خار اور آب و شراب خوب پہچانے ہر ایک باغ کے پھول کو نہ سونگھے ہر ایک
نہر سے گھڑا نہ بھرے کہ یہاں کانٹے گل سے رنگین اکثر ہیں اور شراب بصورت آب ادھر ادھر ہی اے عزیز
اگر تو ہر دنیا کے لینے کو چشمۂ جہاں میں غوطہ ماریگا مقرر اپنا کلاہ اور عصا کھو دے گا یہ حکم اس بات پر ہی
کہ طالب دنیا مؤنث ہیں اور طالب مولیٰ مرد ہیں تیرا پیکر معانی جو مانند مرد کامل ہے بصورت زنان
ناقص العقل ہو جائیگا پس اسوقت شکیبائی کے سوا کچھ چارہ نہیں چاہیے کہ دم بخود ہو کر پھر دریائے
ذکر الٰہی میں غوطہ مارے اسکے بعد جو سر اٹھاوے گا وہی عصا ہاتھ میں اور وہی ٹوپی سر پر دیکھے گا

سولھویں داستان پہونچنے میں تاج الملوک کے دیو سیاہ پیکر کے مکان میں اور ملنے میں بکاؤلی کی چچازاد بہن روح افزا سے

نقاش سخن اس حکایت کی تصویر صفحۂ بیان پر یوں کھینچتا ہے کہ جب تاج الملوک نے یہ صدمے اٹھائے
پھر زمین پر پاؤں رکھنا چھوڑ دیا سبز مہرے کی قوت سے ہوا پر جاتا تھا ایک روز ایسے پہاڑ پر
گزرا کہ کوہ قاف بھی اسکے آگے ایک پشہ سا نظر آئے اوسپر ایک پتھر کی حویلی دیکھی شاہزادہ تفتیش حال
کے لیے اسمیں گیا ہر چند پھرا لیکن کسی ذیحیات کا اثر وہاں نہ دیکھا ہر ایک مکان کو ڈھونڈھنے لگا
ناگاہ ایک آواز دردناک اسکے کان میں آئی وہاں جاکر دیکھا ایک عورت خوب حسین کہ جسکی صفائی پر
نظر پھسل جاتی تھی بلکہ اسکے دیکھنے سے ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ چلی آتی تھی پلنگ پر لیٹی ہچکیاں لے لیکر

روتی تھی شہزادے نے سر سے ٹوپی اُتار کر اُس سے پوچھا کہ اے آرام جاں اس جوانی کے عالم میں تیری
جدائی تیرے عاشق بیدل کے دل پر ایک ستم ہے اور تیرے تریاق وصل سے دوری اُس کے
حق میں سم ہے تو تو نے اُس سے کنارہ کیوں کیا اور داغ فراق کا اُس بیچارے مشتاق کے دل پر
کس واسطے رکھا اس نازنین کو یہ کلام رندانہ سنکر بہت حیا آئی اور اس چھیڑ چھاڑ کی باتوں سے
نہایت شرمائی پھر دوپٹے کا آنچل منھ پر لے کر بولی اے تو کون ہے مگر ملاشی عزرائیل کا ہے
جلدی یہاں سے بھاگ نہیں تو ابھی مارا جائیگا تاج الملوک بولا اگر میرا سر کہ فی الحقیقت میرے
نزدیک بار ہے تجھے رغبت ہو تو حاضر ہے اور جو کسی دشمن سے ڈراتی ہے تو ہرگز میں نہیں ڈرتا شعر

نہیں ڈرتا میں مرنے سے ڈراتی ہے تو کیا مجھ کو	کہ جی پر کھیلنا ہے سہل رند لا اُبالی کا

بہرحال تو مجھے اپنے حال سے مطلع کر اُس زہرہ جبین نے سر اُٹھا کر کہا کہ میں پری ہوں اور میرا نام روح افزا
ہے مظفر شاہ تخت نشین جزیرۂ فردوس کا میرا باپ ہے ایک روز میں اپنے چچا کی بیٹی کی عیادت کے لیے
کہ اُسکا نام بکاؤلی ہے گلستان ارم میں گئی تھی پھرتے ہوئے ایک دیو سیاہ رو نے راہ میں مجھے پکڑا
اور یہاں لے آیا اب مجھ سے نزدیکی کیا چاہتا ہے اور میں دور بھاگتی ہوں اسواسطے مجھ کو نئی نئی طرح سے
ستاتا ہے اور ہر روز ایک آفت تازہ میرے سر پر لاتا ہے یہ سنکر تاج الملوک نے پوچھا کہ تیرے چچا کی
بیٹی کو کیا مرض ہے اُسنے کہا وہ کسی آدمزادے سے عشق رکھتی ہے مگر مدت کے بعد اُسے بہزار خرابی وہ
ملا تھا ایسا بجوگ پڑا کہ پھر جدا ہو گیا اب اُسکے فراق میں وہ رشک حور مجنوں کے مانند دیوانی ہو رہی
ہے اور اپنی جان شیریں کو اُس فرہاد وقت کے غم میں کھو رہی ہے کچھ اس کا تدارک نہیں ہو سکتا اسلیے
میرے چچا نے اُسکو قید کیا ہے اور ناچاری سے اُسکی اذیت کا صدمہ اپنے اوپر لیا ہے اس
ماجرے کو سنکر شہزادے کی حالت متغیر ہو گئی آنکھیں بھر آئیں لب پر آہیں دل و دماغ میں خلل ہو گیا
چہرے کا رنگ اُڑ گیا روح افزا نے یہ حالت دیکھ کہا باوجود ان گرمیوں کے موجب آہ سرد کا کیا ہے
شہزادہ بولا کہ میں وہی گرفتار بلائے دوری ہوں جسکی مجبوری سے تیرے چچا کی بیٹی کی وہ حالت
ہوئی ہے اُدھر اُسکا دل گھبراتا ہے ادھر میرا آوارگی میں جی جاتا ہے غرض شاہزادے نے اپنا
تمام قصہ روح افزا کے روبرو کہا وہ سنکر نہایت متعجب ہوئی اور دونوں کی محبت پر ہزار ہزار
آفریں کی اسکے بعد کہنے لگی اگر میں اس دیو کی قید سے نجات پاتی تو تیرے جگر کے زخم پر مرہم لگاتی

شاہزادے نے کہا اب تجھکو کون روک سکتا ہے اس قید خانے سے ابھی نکل جس طرف تیرا جی چاہے شوق
سے چل اگر اس دیو کا تیرے جی میں ڈر ہو تو دیکھ لیجیو کہ ایک ہی حملے میں اُسکا کیا حال کرتا ہوں لیکن اندیشہ
یہ ہے کہ میرے پاس کوئی حربہ نہیں روح افزا نے دیو کا سلح خانہ اُسکو بتا دیا اُسنے پھر وہاں جاکر ایک
تیغ آبدار اُٹھا لیا اُسکے پاس جاکر سراج القرطب کا عصا پاؤں میں چھوایا بیڑیاں اُس نازنین کے پائے نازک
سے کٹ کر گر پڑیں اس کے بعد دونوں نے جزیرۂ فردوس کی راہ لی چنداں دور دونوں نہ گئے تھے
کہ ناگاہ ایک آواز مہیب پیچھے سے آئی روح افزا نے کہا اے شاہزادے ہوشیار ہو دشمن خونخوار آن پہونچا
فوراً تاج الملوک نے کلاہ بغل سے نکال کر روح افزا کے سر پر رکھدی اور آپ دیو کیطرف
متوجہ ہوا دیو بھی سامنے آیا شاہزادے نے للکار کر کہا کہ او دیو لعین خبردار قدم آگے نہ بڑھانا نہیں تو
ایکہی ہاتھ میں دو ٹکڑے کروں گا دیو یہ سنکر بجلی کی طرح تڑپا اور دانت نکال کر بولا عجب تماشے
کی بات ہے کہ چیونٹی ہاتھی سے مقابلہ کیا چاہتی ہے اور چڑیا سیمرغ سے لڑا چاہتی ہے مجھے
ننگ آتا ہے کہ مکھی کے خون سے کیا ہاتھ بھروں اور جس ہاتھ کے طمانچے کا زور کوہ قاف کے منہ کو
پھیر دے ایک مشت خاک پر کیا ماروں خیر میری معشوقہ کو مجھے دے اور تو اپنی راہ لے کہ میرا
دل اُسکے شمع جمال پر پروانہ کی طرح جلتا ہے اور اُس کے سوز عشق سے دمبدم پگھلتا ہے شاہزادے
نے کہا اے مردود گندہ دہن لائق نہیں کہ تو روح افزا کو اپنی معشوقہ کہے خدا کا خوف کرتا ہوں نہیں تو
ابھی تیری زبان کاٹ لوں دیو نے یہ زبان درازی اور لاف زنی شاہزادے کی دیکھ کر دیگ کے
مانند آتش غضب سے جوش میں آکر سو من کا پتھر اُٹھا کر شہزادے کی طرف پھینکا وہ اُس سبز مہرے
کے زور سے اُچک کر ہوا پر جا تارہا اور سراج القرطب کا عصا ایسا دیو کی گردن پر مارا کہ تمام
بدن اُسکا کانپ گیا اُسکے بعد غصے سے کہا کہ دور ہو اے لعین ابکی بار تو میں نے رحم کیا اگر ایک
ہاتھ اور مارتا تو دو ہی کر دیتا جب دیو نے حریف کو نہایت شہ زور پایا ایسا شور مچایا کہ چاروں
طرف سے ہزاروں دیو گاؤ سر اور فیل تن آپہونچے شہزادے کو گھیر لیا تاج الملوک نے بھی اُسی میدان
میں جیسی چاہیے ویسی ہی جوانمردی کی داد دی اور دیوؤں کی لڑائی بات کی بات میں ماری اشعار

یہ تلوار کی اُس جری نے وہاں
کہیں صلح کی ہاتھ آئی نہ جا

زمیں ہل گئی کانپ اُٹھا آسماں
کیے قتل اُسنے تو لاکھوں پلید

لڑائی نے ہر سمت گاڑے تھے پایہ
یہ تیغ اُسکی کہتی تھی ہل من مزید

وہ انسان دیووں سے ایسا لڑا ۔ کہ مریخ کہنے لگا مرحبا
زمیں ہو گئی تھی کف رعشہ دار ۔ تڑپتے تھے وہ خاک پر بے شمار
بہا تھا یہ اُن کے تنوں سے لہو ۔ کہ تھی کوہ پر خون کی آب جو
غرض جب بچے بھاگے پھرتی کیساتھ ۔ رہا کھیت بس شاہزادے کے ہاتھ

لیکن تاج الملوک لڑتے لڑتے اور چالاکیاں کرتے کرتے بہت تھک گیا تھا غش کھا کر گر پڑا روح افزا دوڑی آئی اور سر اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھا گلبرگ سا ہاتھ اُسکے سینے پر پھیرا اور اپنے بوے دہن سے کہ رشک غنچۂ گل تھی ہوش میں لائی اور ٹوپی سر سے اُتار کر شہزادے کے آگے رکھدی اور اسکی جوانمردی پر ہزار ہزار آفرین کی پھر اُٹھ کر جزیرہ فردوس کی راہ لی جب دونوں نزدیک شہر کے پہونچے روح افزا تاج الملوک کو ایک باغ میں کہ اُسکا نام بھی روح افزا تھا بٹھا کر آپ ماں باپ کی ملاقات کے لیے گئی انھوں نے اُسکے آنے سے زندگی دوبارہ پائی اُسکا ماتھا اور آنکھیں چومیں پھر سرگذشت پوچھی روح افزا نے اذیت دیو ستمگار کی اور مردت اور جوانمردی شاہزادے شجاعت شعار کی بیان کی لیکن یہ نہ کہا کہ بکاؤلی کا عاشق وہی ہے مظفر شاہ سنتے ہی اُٹھ کر باغ میں گیا اور شہزادے کا شکر و احسان بمرتبہ بجا لایا مدارات بہت سی کی ایک مسند پاکیزہ اور رنگی بچھوا دی پھر کتنی پریاں اور پریزاد اُسکی خدمت کے لیے مقرر کر کے اپنے دولتخانہ میں آیا ۔

سترھویں داستان خط لکھنا مظفر شاہ کا فیروز شاہ کو روح افزا کے پہونچنے کا اور آنا بکاؤلی کا ماں کے ساتھ اُسکی ملاقات کے لیے

راوی شیریں زباں یوں بیان کرتا ہے کہ مظفر شاہ نے ایک خط روح افزا کے پہونچنے کا فیروز شاہ کو لکھ کر بھیجا وہ اُسکو پڑھ کر نہایت شاد ہوا اور فرمایا کہ جمیلہ خاتون روح افزا کے دیکھنے کو جلد جائیے اور اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے بکاؤلی نے جو ماں کے جانے کی خبر سنی کہلا بھیجا کہ میں بھی بہن کی ملاقات کو تمھارے ساتھ چلوں گی جمیلہ خاتون نے اس بات کو مناسب جانا اس واسطے کہ شاید وہاں کے جانے سے اس کا غنچۂ دل کھلے اور مکانات مختلفہ کی سیر سے زنگ کدورت آئینۂ دل سے جائے پاؤں کی زنجیر کاٹ دی اور اپنے ساتھ لے کر جزیرۂ فردوس کی راہ لی مظفر شاہ نے جب سنا کہ جمیلہ خاتون مع بکاؤلی آتی ہے روح افزا کو استقبال کے لیے بھیجا

جب اُس سے دوچار ہوئی روح افزا نے چچی کو جھک کر سلام کیا اور قدموں پر گر پڑی اُس نے
سر اُٹھا کر چھاتی سے لگایا آنکھیں چومیں بلائیں لیں پھر دونوں بہنیں دیر تک آپس میں گلے ملیں
مبارک سلامت کی صدا طرفین سے بلند ہوئی پھر روح افزا نے مسکرا کر بکاؤلی کے کان
میں کہا تمھیں بھی اپنے چہیتے حکیم کا آنا مبارک ہو اب اُسکو شوق سے نبض دکھاؤ اور شربتِ وصل
پیو یہ سنکے ماں کے خوف سے اُسوقت تو خاموش ہو رہی پوچھ نہ سکی پر دل ہی دل میں کچھ شاد
کچھ مغموم ہوئی القصہ روح افزا دونوں کو اپنے گھر بآئین شایستہ لائی مظفر شاہ اور
حسن آرا بھی جمیلہ خاتون سے ملے نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آئے پھر اِدھر اُدھر
کا ندکور نکلا دروازہ گفتگو کا کھلا آخرش روح افزا کی رہائی کا ذکر بھی درمیان میں آیا اُسنے
اُسکو اور ہی ڈھب سے ادا کیا غرض جمیلہ خاتون ایک رات رہکر دوسرے دن رخصت ہوئی
روح افزا نے اُس وقت عرض کی کہ میں چاہتی ہوں چند روز بکاؤلی میرے پاس رہے شاید
یہاں کے رہنے سے اُسکے آئینۂ طبع کا زنگ چھٹے نورِ عقل اُس میں نمایاں ہو اور تاریکی سودا پنہاں
جمیلہ خاتون نے کہا اچھا کیا مضائقہ ہے چنانچہ ایک ہفتہ کی اجازت دی اور گلستان ارم
کی راہ لی روح افزا بکاؤلی کو اکیلا لے کر بیٹھی باتیں عشق آمیز کرنے لگی طول بہت ساد یا
آخر تاج الملوک کے سوز و گداز سے بھی کچھ کنایہ کیا بکاؤلی ہچکچی کے سبب سے شرمندہ
ہوگئی اور مارے حیا کے پانی پانی ہوگئی پھر غصے سے منہ پھیر کر بولی واہ واہ بوا مجھے یہ ہنسی
خوش نہیں آتی اور ایسی چھیڑ چھاڑ نہیں بھاتی یہ تم اپنی بیتی ہوئی مجھے پردے میں سُناتی ہو
میں نے جانا کہ تم اُس دیو کا دل ہی دل میں غم کھاتی ہو یہ کہاوت تم پر پھب گئی **مثل**

ہاتھوں مہندی پاؤں مہندی اپنے لچھن اور دل دینی

بس زیادہ بیہودہ مت بکو قسم ہے حضرت سلیمانؑ کی میں ابھی اپنے گھر چلی جاؤں گی پھر کبھی تمھارے
گھر نہ آؤں گی بھلا شمع فانوس کو پروانہ سے کیا نسبت اور غنچہ سر بستہ کو بلبل سے کیا مناسبت
کہاں پری کہاں انسان یہ تمھارا صرف گمان ہے روح افزا نے جب دیکھا کہ یہ کسی طرح
ہاتھ نہیں آتی اور کسی صورت دھوکا نہیں کھاتی کہنے لگی اے بہن یہ تو میں نہیں کہتی کہ تو کسی کو
چاہتی ہے یا خدا نخواستہ کسی کے درد سے کراہتی ہے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ تو شمع فانوس ہے

کوئی پروانہ جو آپسے آگر جلے تو تجھ کو اُس کے جلنے سے کیا اگر ہزاروں گل نیلوفر دریائے عشق میں ڈوبیں
سورج کو کیا پروا غرض اسی وضع کے اور ذکر نکالکر اُسکے غصے کو ٹال کر بھلاوے میں ڈال کر ہاتھ
میں ہاتھ لیکر اس مکان کی روش پر کہ جسمیں تاج الملوک رہتا تھا آکر پھرنے لگی اتنے میں آواز دردناک
اُس مریض عشق کی بکاؤلی کے کان میں پہونچی سنکر بیچین ہوئی آخر رہ نہ سکی روح افزا سے پوچھا کہ یہ
کس کی صدا ہے اُسنے کہا ایک شکار نو گرفتار نالاں ہے آ تجھے اسکا تماشا دکھاؤں اور اچھی طرح
سے اُس کی آواز سناؤں غرض بکاؤلی کو دھوکا دے کر شاہزادے کے آگے لاکر کھڑا کر دیا
تاج الملوک سے دوچار ہوتے ہی اختیار کی باگ اُسکے ہاتھ سے چھٹ گئی اور جنس صبر و قرار
کی لٹ گئی وہ بھی آتش شوق کا جلا ہوا صبر نہ کرسکا دوڑ کر اُس چشمہ خوبی سے بے اختیار لپٹ گیا
بکاؤلی نے بھی دامن حیا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھ اُسکی گردن میں حمائل کر دیے پھر تو دونوں جلے ہوے
آتش فراق کے دل کھولکر روئے اور غم جدائی کے دفتر اپنے اپنے خوب دھوئے روح افزا یہ
حالت دیکھ کر ٹھٹھا مار کر ہنسی اور کہنے لگی بھینا تو تو اب تک دنیا کی لذت سے واقف نہیں بیگانے
مرد کا بھی منھ آج تک دیکھا نہیں پھر اس نامحرم مردوے کے گلے لگ کر زار زار کیوں روتی ہے
اور اسکے غم سے اپنا ننھا سا جیورا کس لیے کھوتی ہے تو نے میرے چچا کا نام ڈبویا اور سارے کُنبے
کو کلنگ کا ٹیکا لگایا یہ بات سنکر بکاؤلی نے کہا اے روح افزا اگر تو نے مجھ سینہ فگار کے زخم پر
مرہم لگایا ہے تو ناخن طعن سے نہ چھیل اور جو شربت دیدار پلایا ہے تو زہر ملامت نہ کھلا اب
تو تجھ پر میرا راز بالکل ظاہر ہوگیا اور پردہ کھل گیا میرے حق میں جو تو چاہے سو کر مختار ہے
القصہ وہ عندلیب شیدا اور وہ گل رعنا چمن نشاط میں بخوبی ہنسے اور بولے اور اپنے اپنے
اشتیاق کے ہرایک نے دفتر کھولے کئی رات دن بوس وکنار کی لذت خوب طرح اُٹھائی اور
جام وصل سے اپنی پیاس جی بھر کے بجھائی آخر ایام وصال کے آخر ہوے بکاؤلی کی روانگی
کا دن آپہونچا تاج الملوک پھر بستر بیقراری پر گرا اور ماہی بے آب کے مانند تڑپنے لگا یہ
حالت دیکھ کر اُسنے بھی چاہا کہ حیا کے پردے کو اُٹھا کے ویسا ہی اپنا حال بنائے کہ روح افزا
بولی زنہار اے بہن یہ حرکت نہ کرنا ناحق رسوائی ہوگی اور جگ ہنسائی چندروز اور صبر کر انشاءاللہ
تھوڑے دنوں میں تجھ کو تیرے چاہنے والے سے بخوبی ملاتی ہوں اور شربت وصال دن رات پلاتی ہوں

زمانہ فراق کا اب تھوڑا رہا ہو اور روز وصال کا نزدیک آ پہونچا ہو خاطر جمع رکھ ماں باپ کی فرمانبرداری
کر اور جناب الٰہی میں گریہ وزاری پھر دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہو اور میری سعی کوشش کیا
دکھاتی ہو بکاؤلی یہ سنکر چار و ناچار گلستان ارم کو گئی اور ماں باپ کی خدمت میں مشغول ہوئی

اٹھارھویں داستان روح افزا کے ظاہر کرنے میں اپنی ماں سے تاج الملوک اور بکاؤلی کے عشق کی کیفیت اور جانا اُس کا جمیلہ خاتون کے پاس اُن دونوں کے بیاہ کی درخواست کے لیے

کہتے ہیں جب بکاؤلی روح افزا سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئی روح افزا نے شاہزادے اور بکاؤلی
کے عشق کی تمام و کمال کیفیت اپنی ماں سے ظاہر کی حسن آرا یہ سنکر دیر تک گریبان تفکر میں سر ڈالے
رہی پھر سوچکر بولی اگرچہ ناتا رشتہ آدمی کا پری سے ہونا نہایت محال ہو لیکن اُسنے میری بیٹی کو قید شدید سے
چھڑایا ہے مجھکو لازم ہو کہ میں بھی اُسکو زندان غم و الم سے چھڑاؤں اور مطلب کو پہونچاؤں یہ کہکر اُسیوقت
ایک مصور شبیہ کش چالاک دست کو بُلا کر شاہزادے کی تصویر کھچوا کر گلستان ارم میں لے گئی اور
فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے ملی بلکہ چند روز وہیں رہی ایک دن کا مذکور ہے کہ جمیلہ خاتون سے
باتیں کرتے کرتے مطلب کی بات پر آئی اور اس وضع سے کہنے لگی اے بہن اگر کوئی غنچہ رنگین آب و ہوا
کے فیض سے کسی شاخ میں لگے اور اُسکے پاس بلبل نہ بیٹھے تو اُسکا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہو اور اگر
آبدار موتی کسی کے ہاتھ لگے اور وہ اُسکو رشتے سے الگ رکھے تو عقل سے باہر ہو کب تک تو
بکاؤلی کو کواری بٹھا رکھے گی بہتر یہ ہے کہ اُس زہرہ جبین کو کسی ماہرو کے پہلو میں بٹھا اور اس
غنچۂ خوبی کو مونس بہار کا بنا جمیلہ خاتون نے یہ سنکر کہا اے حسن آرا تو نے سُنا ہوگا کہ اُس نے
آدم زادے سے دل لگایا ہے اور اُسی کا سودا اسکے سر میں سمایا ہو اپنے ہمجنس کو نہیں چاہتی اور
غیر جنس کے واسطے دن رات کراہتی ہو میں اس امر میں ناچار ہوں بزرگوں کا چلن کیونکر چھوڑوں
اور اس علاقہ کی خواہش سے قدیم سلسلے کو کس طرح توڑوں اپنے کفو کے ہوتے غیر قوم میں کس نے
کیا ہو جو میں کروں پری کا آدمی سے کبھی بیاہ ہوا ہو کہ میں بیاہوں حسن آرا نے کہا سچ کہتی ہو لطیف
کو ہم صحبت کثیف کرنا البتہ دانائی سے بعید ہو لیکن تو حضرت انسان کے کمالوں سے اگر واقف ہوتی

تو ایسے ایسے خیال فاسد دل میں ہرگز نہ لاتی سن اے نادان بشر خلیفۂ یزدان ہے اور اسکی صنعت
بے پایاں میں اشرف اور افضل ہے اُسکے رتبوں اور درجوں کی انتہا نہیں وہ ایک نہنگ ہے دریا کا بہنے
والا اور ایک قطرہ ہی حقیقت میں دریا ہی جامع کمالات علم کونی و الٰہی کا یعنی مادیات و مجردات کا اور
مجمع ہے مراتب بندگی اور بادشاہی کا **بیت**

انسان کی ذات برزخ جامع ہے بیگماں ‎ ‎ ظل خدا و صورتِ خلق اُسمیں ہے عیاں

جان کہ صوفیہ ہر ایک کو عالم ارواح کے نوعوں میں سے باری تعالیٰ کے ایک ایک اسم اور صفت کا مظہر
خاص جانتے ہیں اور اس عالم صورت کو کہ حواس ظاہری و باطنی سے نسبت رکھتا ہے اُس عالم کا سایہ
پس ہر ایک ذرہ فرد کائنات سے روشن ایک تجلی ابدی اور سیراب ایک قطرہ سرمدی سے ہی **بیت**

برگِ درختان سبز در نظر ہوشیار ‎ ‎ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اس عالم میں انسان کہ سارے افراد کون و فساد اُسکے لازمی ہیں خدا کے سارے اسموں اور
صفتوں کا مصدر ہے اور اُسکی تجلیات خاص کا مقام کلام فضیلت انسان میں دریائے بے پایاں
ہے اس قدر پر اکتفا کیا اے جمیلہ خاتون وہ اصل اور ہمارا وجود طفیلی وہ مخدوم اور ہم خادم
زہے شرف کہ شریف ہم سے ارادہ وصلت کا کرے اور مخدوم خادم سے قصد قربت کا رکھے
القصہ اس آب و تاب سے انسان کی تعریف کر کے فضیلتوں کا بیان کیا کہ اُسکا شعلۂ غضب
بجھ گیا کہنے لگی اچھا اُس بد اطوار بد کردار کا ذکر نہ کیجیو کہ اپنی بیٹی ہرگز اُسے نہ دونگی اور ایسے
خائن کو اپنی دامادی میں کبھی نہ لونگی آخر حسن آرا نے تاج الملوک کی تصویر جمیلہ خاتون کے
ہاتھ میں دی اور کہا یہ تصویر شرقستان کے شہزادے کی ہے دیکھ ایسا نقشہ قلم تقدیر نے صفحہ عالم پر
آج تک نہیں کھینچا اور اس پریزاد کا چہرہ ورق جہاں پر دوسرا نہیں بنایا اس یاسمن گلشن محبوبی
کو اُس گل خوبی کے ساتھ ملا اور اس زہرۂ فلک حسن کو اُس ماہ برج سعادت کے پہلو میں بٹھا
الغرض وہ بیچارہ ناچار راضی ہوئی کہنے لگی بھینا اسکو کہاں ڈھونڈھوں اور کس تدبیر سے
لاؤں حسن آرا نے کہا تم خاطر جمع سے شادی کی تیاری کرو میں اسکو فلانی تاریخ دولھا بنا کر
برات سمیت لیے آتی ہوں یہ کہکر رخصت ہوئی پل مارتے ہی جزیرہ فردوس میں آ پہنچی اور
ذکر من و عن شاہزادے کے آگے کیا پھر وصل کا بھروسا دیا

انیسویں داستان تاج الملوک اور بکاؤلی کے بیاہ کی

باغبان اس گلستان کا گل اور بلبل کی مواصلت یوں بیان کرتا ہے کہ جمیلہ خاتوں نے جو گفتگو کہ حسن آرا میں اور اس میں ہوئی تھی فیروزشاہ سے جاکر اظہار کی اور تصویر شاہزادے کی دی اُس نے سمن رو کے ہاتھ بکاؤلی کے پاس بھیجدی کہ یہ تصویر شرقستان کے شہزادے کی ہی بالفعل اس زمانہ میں ایسا جوان حسین کہیں نہیں تو کہ ایک آدم زاد کے سودے میں دیوانی ہو رہی ہے اور جان لطیف ایک خاکی کثیف کے پیچھے کھو رہی ہی تیری مرضی ہو تو اسکے ساتھ بیاہ کردوں میری دانست میں تو نوع انسان میں ایسا شخص کمتر ہوگا بلکہ پریوں میں بھی حرف ہر نہ وہ خوشی خوشی تصویر لیے ہوے شاہزادی کے پاس آئی اور بادشاہ کی زبانی جو حقیقت سنی تھی کہکر سنادی اُس محو جلوۂ ناز نے اُسکو نگاہ غور سے دیکھا تو اپنے ورق دل کی صورت کے مطابق پایا بلکہ خط و خال میں بھی سرمو فرق نہ دیکھا جی میں سمجھی کہ یہ کارپردازی اور نیرنگ سازی بہن روح افزا کی ہی واقعی وہ چھتیسی اپنے قول کی بڑی سچی ہے مسکرا کر سمن رو پری سے کہا کہ دیکھو تجھے میرے سر کی قسم یہ اُسی شخص کی تصویر ہے جس کے خزاں غم سے میرا گل نادیدہ کمھلایا ہے اور غنچۂ نو دمیدہ مرجھایا ہے وہ ملاحظہ کرکے بے اختیار مارے خوشی کے اُچھل پڑی

اور بولی ہاں شاہزادی بیشک یہ تصویر شاہزادے کی ہے تواب ہنسو بولو خوشیاں کرو جو تمھارا مطلب تھا سو خدا نے پورا کیا یہ کہکر بادشاہ کے حضور میں آئی اور یوں عرض کی کہ حضرت فرزندان کہ ماں باپ کے تابع ہیں اُنکی سعادتمندی اسی میں ہے کہ والدین کی مرضی کے خلاف نہ کریں اور ہر حال میں اُنکی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھیں اگر دیو اُنکے پسند پڑے تو بیٹی اُسکو غلمان سمجھے اور جو وہ ایک سیاہ اُسکے واسطے تجویز کریں تو اُسکو ماہ کنعان جانے فیروز شاہ اُس کی گفتگو سے نہایت شاد ہوا اور شادی کی تیاری کا حکم دیا تمام جزیرۂ ارم کی دُکانوں کو نقش و نگار تازہ سے آرائش دی اندر باہر سے نئے فرش بچھ گئے ناچ رنگ ہونے لگا چار طرف شادی کی دھوم مچ گئی جابجا رقعے بھیجوائے پریوں کے غول کے غول چاروں طرف سے آئے مجلس نشاط آراستہ ہوئی شراب چلنے لگی دور جانے لگے لوگ ضیافتیں کھانے لگے فیروز شاہ ہر ایک کے رتبے کے موافق اُسکی خاطرداری اور مہمانداری آپ بھی کرتا تھا اہلکار جو اس کام پر متعین تھے اُنپر غافل نہ رہتا تھا آغاز کار کا انجام بخوبی ہوا اور جزیرۂ فردوس میں مظفر شاہ نے بھی اسی طرح سے تاج الملوک کی شادی کی تیاری اور لوگوں کی مہمانداری شروع کی پھر بروز معین وزیروں امیروں کو حکم کیا کہ لباس نئے رنگین پہنیں اور سرداران لشکر کو بھی کہدیں مع فوج آراستہ ہوئیں اور محل میں حسن آرا نے بھی اپنی مصاحبوں اور خواصوں کو بآئین شائستہ آراستہ کیا اور آپ نیا لباس اور زیور جواہر کا پہنا اُس کے بعد شبھ گھڑی نیک ساعت دیکھکر شہزادے کو ایک جڑاؤ چوکی پر بٹھاکر شہانہ جوڑا پہنایا شملہ سر پر رکھکر پیچھے گوشوارہ آگے موتیوں کا سہرا اور اُسپر پھولوں کا سہرا باندھا جیغہ کلغی سرپیچ لگایا طرہ رکھا گلے میں موتیوں کی بدھی پہنائی مرصع کے نورتن بازوؤں پر باندھے پھر ایک پری پیکر گھوڑے کے گنگا جمنی ساز لگاکر موتیوں کا سہرا باندھکر اُسپر سوار کردیا اسکے بعد مظفر شاہ کئی بادشاہ سمیت شہزادے کو بیچ میں لیے امیر اور سردار داہنے بائیں اور آگے نوبت نشان کے ہاتھی تخت رواں شتر سوار تلنگوں کی کمپنیاں پیادوں کی پلٹنیں باجے بجاتے ہوے خاص بردار برچھی بردار بان برداروں کے غول سواروں کے پرے آتشبازی چھٹتی ہوئی اور آرائش لٹتی ہوئی اور پیچھے پیچھے رتھ تاتی سواریاں اس طرح بیاہنے چڑھا اور جزیرہ ارم کو روانہ ہوا یہاں بکاؤلی کو آراستہ کیا اشعار

پرستاروں نے یہ اُسکو بنایا	جہاں میں حور جنت کر دکھایا	عجب صبر رتن کی باندھی کنگھی	ادھر ادیکھ کر ہر ایک کا جی
لپٹ آئی جو ان زلفوں کی بکھار	ہوئی کافور یوں مشکِ تاتار	الجھوری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی	کہ سب اہل نظر کی جان لوٹی

جب اُسکی موتیوں کی مانگ بھر دی
فلک نے کہکشاں قربان کردی

چنی جب اُسکی پیشانی پہ افشاں
قمر پر ہوگئے تارے نمایاں

جو ٹیکا اُسکے ماتھے پر لگایا
قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا

برنگِ مہر تاباں تھا جو چہرا
ہوا تابِ شعاعی منھ پہ سہرا

حسامِ ابروے پرخم بلا تھی
یہ کہیے اُسکے قبضہ میں قضا تھی

وہ آنکھیں بند کرنا بھی ادا تھی
جو مژگاں میں پوشیدہ حیا تھی

جب اُسکے کان میں پہنایا جھمکا
پریشاں ہوگیا عقد ثریا

پہنکر نتھ خوشی سے رنگ دمکا
وہ مکھڑا چاند سا گھونگھٹ میں چمکا

مسی آلودہ دنداں پیارے پیارے
چمکتے تھے شب یلدا میں تارے

مسی ملکر جب اُسنے پان کھایا
یہ مطلع پڑھکے ناسخ کا سنایا

مسی آلیدہ لبِ رنگیں پان ہے
تماشا ہے یہ آتش دھواں ہے

بنایا خال کاجل سے ذقن پر
عجب جوبن تھا اُس رشکِ چمن پر

چڑھی منھ پر دلہن کے ایسی شیریں
کہ بھیکی پڑگئی نظروں سے شیریں

گلے میں پہنا جب موتی کا مالا
نبات النعش کو حیرت میں ڈالا

اگر ہاتھوں میں سیر کے کڑے تھے
زرِ خالص کے زیب باڑھ چڑھے تھے

بہت اُسکے سوا بھی اور گہنا
مناسب جس جگہ تھا اُسنے پہنا

کفِ رنگیں میں وہ زردِ حنا تھی
چھڑانے کو دلِ عاشق بلا تھی

اُسے پہنائی ایسی لال انگیا
دلوں کو صید کرتی جسکی چڑیا

عجب انداز کا بنگلہ بنا تھا
کہ اُسپر ملکِ دل بنگلہ بنا تھا

وہ ڈورے آنکھ کے ڈوروں سے افزوں
کٹورے اُسکے جامِ چشم میگوں

کچیں اُبھری ہوئیں چھپی کی نوکیں
جو رستم سامنے آئے تو ٹوکیں

وہ اُسکا پیٹ گورا لال کرتی
دلِ عشاق کی کھوتا تھا پھرتی

نہ چھپتی تھی لطافت سیم تن کی
نمایاں صاف تھی رنگت بدن کی

نظر جسکی پڑی اُسپر وہ بولا
شفق میں دیکھنا کیا چاند نکلا

مغرق ایسا پہنایا پجامہ
کہ جسکی مدح میں عاجز ہے خامہ

لباس و زیور و حسن و ادا کا
بیاں سب کا کروں کب ہے یہ یارا

جو تھا ذی روح وہ تھا محوِ دیدار
جسے دیکھو بنا تھا نقشِ دیوار

القصہ جب برات قریب پہونچی تب فیروز شاہ نے کئی ارکان دولت استقبال کے لیے بھیجے وہ نہایت تعظیم و تکریم سے لے آئے اور جس جگہ مجلس نشاط و محفل انبساط برپا تھی وہاں ہر ایک کو بڑی تعظیم و تواضع سے بٹھایا آتش بازی چھٹنے لگی آرائش لٹنے لگی اور حُسن آرا کے ساتھ اسی سلوک سے جمیلہ خاتون پیش آئی سارے طریقے سمدھیوں کے بجا لائی غرض پچھلے پہر تک ناچ رنگ کی صحبت رہی اس کے بعد دس گوہر یکتا پر اُس لعل بے بہا کے ساتھ عقد باندھا مبارک سلامت کا اندر باہر غُل پڑ گیا پھر شربت پلانے لگے شربت پلائی لینے لگے گوٹوں کے اور پھولوں کے ہار پہنانے لگے الائچیاں اور چکنی ڈلیاں عطر کی شیشیاں دینے لگے اسکے بعد دولہا کو گھر میں بُلایا اور دُلھن کو لاکر دولھا کے پاس شہانی مسند پر بٹھایا نبات چنوا کر ٹونے کا کر آرسی مصحف دکھا دولہا کو باہر رخصت کیا دُلھن کو ملنے کے لیے گود میں اُٹھا کر لے گئے جہیز نکلنے لگا اُدھر فیروز شاہ نے ایک مکان عظیم الشان کہ تختگاہ سے قریب تھا

بیٹی داماد کے رات بھر رہنے کو نہایت تکلف سے سجوا دیا جب سب جہیز نکل چکا اور برات کے
چلنے کی تیاری ہوئی پھر دولھا کو گھر میں بلایا ڈیوڑھی میں چھپان لگایا دولھا نے دُلھن کو گود میں لا کر
چھپان میں سوار کیا پھر آپ اُسی پری پیکر گھوڑے پر سوار ہر ایک چھوٹا بڑا جلو میں چلنے کو تیار ہوا
اُسی طرح آگے آگے تخت رواں شتر سوار پیادے اور سوار بے شمار نقارچیوں کی قطار روشن چوکی
والے گاتے بجاتے ہوئے اور مہتمم دُلھن کی سواری پر سے چاندی سونے کے پھول لٹاتے
ہوئے اُسی مکان پر پہونچے ہر ایک براتی اپنے اپنے گھر سدھارا کہاروں نے دُلھن کا چھپان اُتارا
دولھا نے دُلھن کو گود میں لیجا کر مسند پر بٹھایا کھیر چٹائی خدا خدا کر کے دن گذرا اور رات آئی سب
کنارے ہوئے خلوت ہوئی پردے چھوٹے دولھا دُلھن مسہری میں گئے مزے لوٹے اشعار

عاشق و معشوق بہم ہوں جہاں	شوق بہت عیش میں آئے وہاں	شمع کو پروانہ جو دیکھے کہیں	رہ نہ سکے گر پڑے اُس پر وہیں
صبر کہاں پھول کھلے بلبل کہاں	لے ہی لی آغوش میں نوجواں	طوطی جو آئینہ کو دیکھے کبھو	چین نہ آئے اُسے بے گفتگو
دیکھا جو شہزادے نے اُس دم ہاں	اُس گل بے خار کو بے باغباں	لیکے بغل میں لیے بوسے کئی	شوق نے کچھ صبر کی رخصت دی
لے چکا جب بستہ لب کا مزا	سیب زنخداں کی طرف جھک پڑا	عارض گلرنگ کی خواہش جو کی	اُسکی بھی لی خوب طرح چاشنی
اُبھری ہوئی چھاتیاں وہ سخت سخت	گیند کے مانند جو پائیں کرخت	رہ نہ سکا ڈال دیا اُن پہ ہاتھ	چھوڑ دیا صبر و تحمل نے ساتھ
	گوہر و الماس ہوئے پھر بہم	لینے لگے دونوں مزے دم بدم	

جب خوب چھک گئے ماندے ہوئے پھر ہر ایک نے اپنا ساعد میں دوسرے کا تکیہ بنایا منھ سے منھ ملایا اور
سینے سے سینہ لگایا غرض اس ہیئت سے آرام فرمایا صبح ہوئی مرغ نے بانگ دی شہزادے نے اُٹھ کر
حمام کی راہ لی اور روح افزا اُس عشرتگاہ میں آئی بکاؤلی کو دیکھا رات کی جاگی ملی دلی غافل سوتی تھی
بال چھوٹے ہوئے ہیں ہار ٹوٹے پڑے ہیں ہونٹھوں پر لاکھا نام کو نہیں رہا آنکھوں کا کاجل سارا
پھیل گیا گالوں پر دانتوں کے اور چھاتیوں پر ہاتھوں کے نشان پڑے ہیں یہ عالم دیکھ کر رہ نہ سکی
جلد اُس کو جگایا اور مُسکرا کر کہا اے بہن اُس روز مجھے کہتی تھی کہ تو نے دیو مکار کے مدرسہ کنار
میں شرح بونڈی پڑھی ہے آج تو تیرے اطوار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کو تو یار کے
مکتب آغوش میں اپنے مطلب کی کتابوں کو بخوبی مطالعہ کر کے بڑی علامہ ہوئی ہے دیر تک تو نے مصدر
ملابست کو مختلف صیغوں کے ساتھ گردانا اور عشرت کے مزید فعلوں کو الف وصل سے ربط دیا

شان فاعل اور علامت مفعول کما ینبغی دریافت کی اور تجرید سے اپنے پاؤں باہر رکھے بلکہ
خلوت میں قضیۂ موجبۂ مباشرت کو عکس مستوی بنایا اور اشکال مختلفہ کے ضروب نتیجہ سے نتیجہ موافق
مطلوب کے پایا وصل فصل کا بھی طریقہ لے لیا اور اپنے مثلث کے نقطے پر خط عمود کو قائم کیا
بکاؤلی یہ سنکر مسکرائی اور کہنے لگی بوا بھلا تمھارے منھ میں پانی کیوں بھر آتا ہے مجھ کو صاف
ان کنایہ آمیز باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا ابھی یہی ارادہ ہے بہت بہتر میں راضی ہوں
شوق سے اپنی وصلی اُس مشتاق کے آگے رکھو پھر اُس کے قلم کی روانگی اور قوت دیکھو کہ
کس کس طرح سے توڑ جوڑ لگاتا ہے اور کیا کیا گل بوٹہ بناتا ہے حاصل یہ ہے کہ باہم اس طرح
ہنستیاں بولتیاں رہیں آخر روح افزا اپنے ماں باپ سمیت رخصت ہو کر اپنے گھر گئی اور
تاج الملوک نے فیروز شاہ کے محل میں جاکر اپنی بود باش اختیار کی

بیسویں داستان رخصت ہونے میں تاج الملوک اور بکاؤلی کے فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے

ایک روز تاج الملوک نے بکاؤلی سے مشورت کر کے فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے رخصت مانگی
اُنھوں نے کہا بہت بہتر ہزار غلام قمر طلعت اور سیکڑوں لونڈیاں خوبصورت عنایت کیں
اور روانہ جہیز کے سوا کچھ نقد و جنس اور لوازمہ سفر کا دیا اگر اُسکی تفصیل لکھوں تو یقین ہے کہ
کتاب تیار ہو جائے اسلیے قلم انداز کیا القصہ شاہزادہ بڑی شان و شوکت اور جاہ و حشمت
سے بکاؤلی کو لے کر اپنے ملک پہونچا دلبر اور محمودہ جان کی جان میں جان آئی کشت امید
سوکھی ہوئی پھر لہلہائی اُسکا آنا اُن کے حق میں ایسا ہوا جیسے بیمار کے واسطے مسیحا کا آنا لیکن بکاؤلی
کو جو اس حسن و جمال اور مال و منال سے دیکھا حیران ہو گئی آئے ہوش جاتے رہے ہاتھوں کے
طوطے اُڑ گئے پری نے جو یہ رنگ ڈھنگ دیکھا ہر ایک کو گلے سے لگایا دلاسا دیا اور فرمایا
کہ تم خاطر جمع رکھو کسی کا اندیشہ نہ کرو میں تمھارے عیش کی مطلق خلل انداز نہ ہوں گی بلکہ اپنی
خوشی پر تمھاری نشاط کو مقدم جانوں گی چنانچہ ہمیشہ شیر و شکر کی طرح آپس میں سب کی سب
ملی جلی رہیں اور سوتاپے کی جلن کسی کو نہ ہوئی شاہزادہ بھی ان غنچہ دہنوں کے ساتھ شگفتگی سے
اوقات بسر کرنے لگا اور عیش و عشرت سے رہنے لگا

اکیسویں داستان بکاؤلی کے جانے کی راجہ اندر کے اکھاڑے میں اور ناچنا گانا اُسکے حضور میں اور تفرقہ پڑنا تاج الملوک میں اور اُس میں
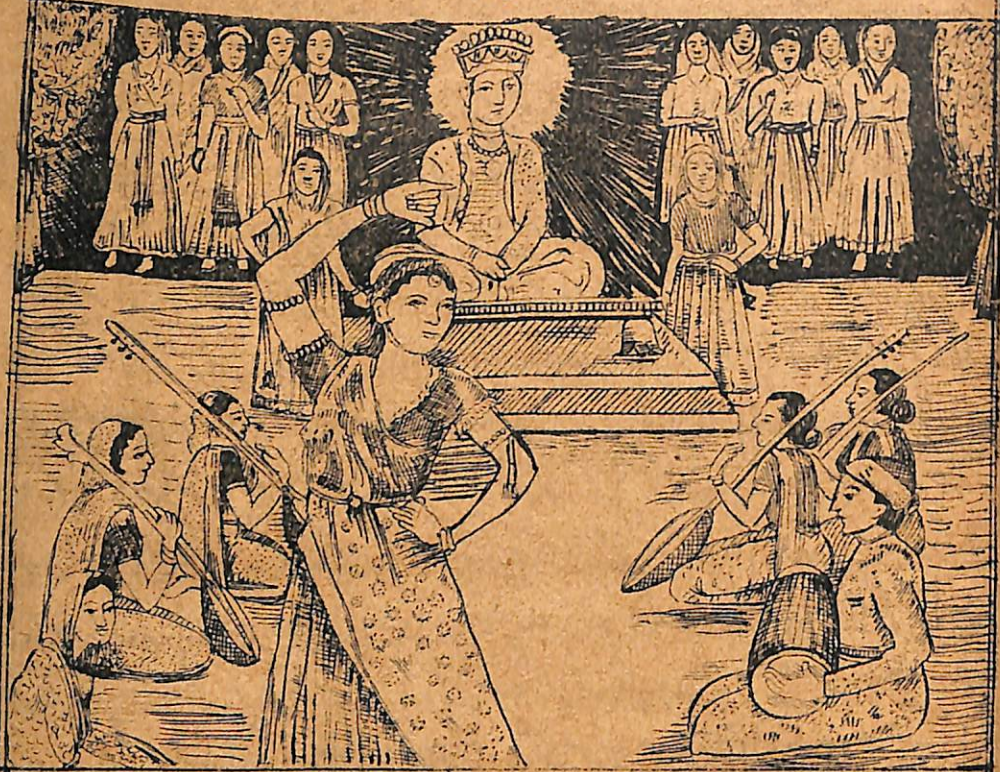
اہل ہند کی کتابوں میں یوں لکھتے ہیں کہ امر نگر نام ایک شہر بستا ہے وہاں کے باشندے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور راجہ اندر وہاں کا راج کرتا ہے دن رات پریوں کے ساتھ عیش و عشرت میں رہتا ہے اُسکا کام یہی ہے اور غذا اُسکی ناچ اور راگ ہے عالم جنات بھی اُسکے تابع ہیں ساری پریاں اُسکی مجلس میں جاتی ہیں اور رات بھر ناچتی گاتی ہیں ایک رات کا ذکر ہے کہ راجہ اندر نے فرمایا بکاؤلی فیروز شاہ کی بیٹی مدت سے ہماری مجلس میں نہیں آئی اسکا کیا سبب ہے اور یہاں کے آنے کا مانع کون ہے پریوں میں سے ایک نے عرض کی کہ وہ ایک انسان کے دام عشق میں گرفتار ہوئی ہے بس بیقرار کے مانند نالہ و فریاد کیا کرتی ہے اور مدام اُسکے عشق میں سرشار رہا کرتی ہے اور اپنے بیگانے سے اُسکو نفرت ہے فقط اُسی سے صحبت ہے شراب وصل اُسکے ساتھ پیتی ہے اور اُسکے دم سے جیتی ہے راجہ یہ ماجرا سنکر غصے میں آیا

اور شعلہ غضب اور بھی بھڑکا کئی پریوں کی طرف اشارہ کیا کہ اُسکو اسی وقت حاضر کرو وہ تخت وہاں لیکر تاج الملوک کے باغ میں آئیں اور بکاؤلی کو جگا کر راجہ کے اعتراض اور غضبناک ہونے کا حال بیان کیا وہ چار ناچار اُسپر سوار ہو کر امر نگر کو گئی اور وہاں کانپتی ہوئی راجہ کے سامنے آکر آداب بجالائی ہاتھ باندھ کر کھڑی رہی مہاراج نے نگاہ قہر سے اُسے دیکھا اور بہت سا جھڑکا آخر فرمایا کہ اسکو آگ میں ڈال دو کہ انسان کے بدن کی بو باس اسمیں نہ رہے اور یہاں کی صحبت کے قابل ہو پریوں نے فوراً اُس نسترن باغ لطافت کو اور یاسمن چمن نزاکت کو ہاتھوں ہاتھ وہاں سے باہر لاکر آتشکدے میں ڈالدیا وہ جلکر راکھ ہو گئی شعر

جل گیا عاشق تو کیا غم ہی کہ اُسکی چشم تر	دیکھتی ہی یار کو گلشن میں مانند خلیل

اسکے بعد پانی پر کچھ منتر پڑھ کر اُسپر چھڑکا فی الفور جی اُٹھی اور ہیئت اصلی پر آکر مجلس میں ناچنے لگی پہلی ٹھوکر سے اہل مجلس کے دلوں کو پائمال کیا اور ایک ہی آمد و رفت میں تماشائیوں کو بیحال کیا غرض ناچنے کا جو حق تھا ادا کیا ساری مجلس کو محو کر دیا پھر تو واہ واہ کی صدا ہر ایک کے منہ سے نکلنے لگی اور آفرین اور تحسین کی آواز ہر طرف سے بلند ہوئی بکاؤلی آداب بجالا کر راجہ سے رخصت ہوئی تخت پر بیٹھ کر اپنے باغ میں آئی گلاب کے حوض میں نہا دھو کر شاہزادے کی بغل میں سو رہی صبح کو اپنے معمول پر اُٹھی سنگار کیا لوگ بھی اندر باہر گئے اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے القصہ ہر شب وہ غیرت ماہ امر نگر میں جاتی پہلے تو اُسے آگ میں جلاتے پھر راجہ کے حضور میں ناچتی گاتی جب تھوڑی سی رات باقی رہتی رخصت ہو کر اپنے گھر آتی اور گلاب کے حوض میں نہا کر اُس دریائے خوبی سے ہم آغوش ہوتی اور اپنے جی کو ٹھنڈا کرتی اشعار

قبول اُسنے کیا جلنا سدا کا	نہ چھوڑا وصل لیکن دلربا کا	جلاتی تھی تن نازک کو ہر شب	نہ کھلتے تھے شکایت کو کبھی لب
وہ عاشق سے نہ کرتی تھی کنارا	فراق اُسکا نہ تھا ہرگز گوارا	جو جل مرنے کو اپنے دل پہ ٹھانے	وہ ہر آتشکدے کو آب جانے
گوارا ہوتی ہی سب نار سوزاں	سہا جاتا نہیں سوز ہجراں	جسے ہو شمع دیوے کی محبت	اسی سے پوچھیے جلنے کی لذت

مگر شاہزادے کو ہرگز اس بات کی خبر نہ تھی ایک رات کا ذکر ہی کہ بکاؤلی تو اپنے معمول پر وہاں گئی تھی یہاں شاہزادے کی آنکھ کھل گئی پلنگ پر اُسے نہ دیکھا ہر طرف قصر اور باغ میں جاکر ڈھونڈھا کہیں اُسکا سراغ نہ ملا نہایت بتنگ ہو کر اپنے خلوتکدہ میں آبیٹھا اور یہانتک اُس رشک بت چین کی راہ دیکھی کہ آنکھیں پتھرا گئیں آخر اسی حالت میں سو گیا بکاؤلی بھی اپنے وقت پر آکر اُسکے پاس سو رہی صبح کو تاج الملوک نے بدستور جو اُس کو

ساتھ سوتے دیکھا زیادہ تر متعجب ہوا لیکن دم نہ مارا اس راز کو مطلق نہ کھولا مگر اسکی تحقیقات کیواسطے
دوسری رات کو اپنی ایک انگلی چیر کر نمک چھڑک یا کہ مبادا آنکھ لگ جائے اور وہ بھید چھپے کا چھپا رہے
غرض آدھی رات گئے تخت پھر آکر موجود ہوا بکاؤلی اُٹھ کر بناؤ کرنے لگی اور شاہزادہ بھی چھپے چھپے جاکر
اُس تخت کا پایہ پکڑ بیٹھ رہا اتنے میں وہ بھی آکر سوار ہوئی اور پریاں اُسکو لیکر اُڑیں تاج الملوک
اُسی پائے میں لٹک گیا پھر اسقدر بلند ہوا کہ زمین اُسے نظر آنے سے رہ گئی جھٹ پٹ راجہ اندر
کے دروازے پر جاکر اُتار دیا بکاؤلی اُتر کر ایک طرف کھڑی ہو رہی اور یہ بھی الگ ہو کر خدا کی قدرت
کا تماشا دیکھنے لگا غرض جس طرف آنکھ پڑتی تھی اُدھر پریوں کا جھرمٹ نظر آتا تھا اور ہر طرف آواز قسم قسم
کے سازوں کی اور راگوں کی جو تمام عمر نہ سنی تھی متصل چلی آتی تھی حاصل یہ ہے کہ تاج الملوک نے وہ کچھ
دیکھا جو کہیں نہ دیکھا اور وہ سُنا جو کہیں نہ سُنا تھا دنگ ہو کر رہ گیا اتنے میں کئی پریاں دوڑیں اور بکاؤلی
کو آتشکدہ میں ڈالدیا وہ جل کر راکھ ہو گئی وہ اس حادثہ کو دیکھ سب بھول گیا بے اختیار دونوں ہاتھوں
سے سر پیٹنے لگا اور جی میں یوں کہنے لگا حیف ہے اسوقت طاقت نہیں رکھتا ہیں کہ پروانے کے مانند
اس شمع رو کے ساتھ جلتا اور اپنے بدن کو راکھ کر کے اُس سے ملتا کیا کروں کچھ بس نہیں نہ
قدرت فریاد کی ہے نہ جگہ داد کی یہ تو اُسی اُدھیڑ بُن میں رہا کہ اُنھیں میں سے ایک پری نے پانی
پڑھ کر اُس کی راکھ پر چھڑکا فی الفور زندہ ہوئی اور راجہ کی مجلس میں آئی شاہزادہ بھی اُسکے پیچھے
پیچھے چلا آیا از بس کہ اژدہام تھا کوئی کسی کو پہچانتا نہ تھا کسی نے نہ جانا کہ یہ کون ہے اور کیوں
کھڑا ہے اتفاقاً بکاؤلی کا پکھاوجی ضعیف تھا ناتوانی کے سبب اچھی طرح بجا نہ سکتا تھا وہ رُک رُک
کے ناچتی تھی اور بار بار تیوری چڑھاتی تھی شہزادہ یہ حال دیکھ کر بے چین ہوا آخر رہ نہ سکا سازندے
کے کان میں جھک کر کہا اگر تیری مرضی ہو تو دو ایک گتیں میں بجاؤں کہ اس کام میں چالاک دست
ہوں اُس نے اس بات کو غنیمت جانا پکھاوج کو حوالہ کیا یہ تو اُس کام میں بانی کار اور اُسکے
دام محبت میں گرفتار تھا اُسکی خواہش کے موافق بجانے لگا پھر تو کیفیت ناچ کی ایسی بڑھی
کہ در و دیوار سے واہ وا کی صدا آنے لگی راجہ بھی یہاں تک محظوظ ہوا کہ اپنے گلے کا نولکھا ہار
اُتار کر بکاؤلی کو عنایت کیا وہ ناچتے ناچتے جیسے ہی ہٹی بجنسہ پکھاوجی کے حوالے کیا
اسکے بعد مجلس راگ رنگ کی برخاست ہوئی شہزادہ جس طرح گیا تھا اُسی طرح اپنے باغ میں آیا

بکاؤلی گلاب کے حوض کی طرف گئی یہ خوابگاہ میں جاکر سو رہا لیکن صبح کے وقت مسکراتا تھا پری نے پوچھا کہ خلاف عادت مسکرانے کا کیا سبب ہے کہا کہ رات کو عجیب خواب دیکھا ہے اسواسطے ہر گھڑی مجھے ہنسی آتی ہے وہ کہنے لگی خدا خوب کرے مگر میں بھی سنوں کیا دیکھا ہے تاج الملوک بولا یہ دیکھا ہے کہ آدھی رات کو تو کہیں جاتی ہے اور مجھے خبر نہیں کرتی بکاؤلی یہ سنکر ڈری کہ مبادا یہ بھید اس پر کھلا ہو اور اجیانا یہ بھی میرے ساتھ وہاں گیا ہو بجد ہوئی کہ سب سنے پھر کہنے لگی اور بھی کچھ دیکھا یا نہیں شہزادہ بولا گویا آج کی رات میں بھی تیرے ہمراہ گیا ہوں اس طرح کہ پریاں ایک تخت لائیں تو اسپر سوار ہوئی اور میں پایہ سے لٹکا ہوا چلا گیا بس آگے نہیں کہتا کہ خواب کی بات بے سر و پا ہوتی ہے اعتبار نہیں رکھتی خواب خیال ہے بے فائدہ کون بکے بکاؤلی بولی کہ تجھے میرے سر کی قسم جو دیکھا ہے سب کہہ غرض تاج الملوک تھوڑا کہتا پھر خاموش ہو رہتا اور وہ قسمیں دے دیکر پوچھتی جاتی آخر سارا ماجرا اس نے آخر تک ہو بہو کہکر سنایا اور وہ ہار راجہ کا بخشا ہوا تکیے کے نیچے سے نکالکر دکھلایا تب پری نے اپنا سر پیٹ لیا اور سن ہو گئی ایک دم کے بعد بولی اے شاہزادے یہ تو نے کیا کیا اپنا دشمن تو آپ بنا دیکھ میں نے تیری خاطر ماں باپ کے ہاتھ سے کیا کیا رنج اٹھائے اور ہر کس و ناکس کے طعنے کھائے یہاں تک کہ ہر رات آگ میں جلنا قبول کیا مگر تجھے نہ چھوڑا اور تیری راہ سے منھ نہ موڑا چنانچہ تو نے آنکھوں سے بھی یہ تماشا دیکھا کچھ کہنے کی حاجت نہیں کاش کے تو اس مجلس میں نہ جاتا اور اپنے گھر میں میری جدائی کا صدمہ اٹھاتا تو بہت بہتر تھا کیونکہ اسکا انجام اچھا نہیں اب حیران ہوں اگر تجھے نہ لے جاؤں تو بنتی نہیں جو لے جاؤں تو کہاں تک چھپائے رکھوں خیر جو کچھ تقدیر میں ہے سو ہے مگر آج اپنا طالع آزماتی ہوں تجھے لے جاتی ہوں دیکھ کر گذرتی ہوں آگے جو مرضی خدا کی چنانچہ معمول کے وقت تاج الملوک سمیت گئی اور راجہ سے سلام مجرے کے بعد عرض کی کہ آج ایک بجانے والا بہت چالاک اپنے ساتھ لائی ہوں اگر حکم ہو تو یہاں آکر بجائے راجہ نے فرمایا بہت اچھا ہماری عین خوشی ہے الغرض وہ بجانے لگا اور وہ نازنین ناچنے لگی آخر یہ کیفیت ہوئی کہ ساری محفل غش کر گئی راجہ بھی مست ہو کر جھومنے لگا اور اسی عالم میں فرمایا مانگ جو مانگا چاہتی ہے محروم نہ جائے گی یہ سنکر بکاؤلی نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ مہاراج کی بدولت لونڈی کو کسی چیز کی کمی نہیں اور کچھ ہوس دل میں باقی نہیں مگر اس پکھاوجی کو بخشئے کہ یہی آرزو ہے سنتے ہی اس سخن کے راجہ برہم ہوا اور شاہزادے کیطرف غضب سے دیکھ کر بولا کہ

اے آدم زاد تو ہی اسکو چاہتا ہے اور یہ تجھے چاہتی ہی بہت اچھا ذرا تو اسکا مزہ چکھ اور لذت اُٹھا تو جانتا ہو کہ بکاؤلی سی پری کوبے محنت و مشقت یہاں سے لیجاؤں اور اپنی بغل گرم کروں یہ نہ ہوگا پھر بکاؤلی کیطرف منھ پھیر کر کہا اے شاہ کیا کروں سخن تجھ سے ہار چکا ہوں جا اسے تجھے بخشا لیکن بارہ برس تک تیرا نیچے کا دھڑ پتھر کا رہے گا یہ حرف جو اُس سنگدل کے منھ سے نکلا وہ سمیتن اسی ہیئت کی ہوکر غائب ہوگئی شعر

بیہات زُل سے ہر یہ عالم گہ سر پہ ہو تیرے تاج شاہی	شادی غمی ہوئی ہی توام گہ خاک پہ بستر تباہی	دم بھر کی بہار میہماں ہی گل سا کبھی دل فراغ دیکھے	آخر وہی باغ میں خزاں ہی گہ دل پہ ہزار داغ دیکھے
	دم بھر جو نشاط عیش ہو دے	خمیازہ پھر اسکا طیش ہو دے	

بائیسویں داستان تاج الملوک کے سنگلدیپ میں پہونچنے کی اور بکاؤلی سے ملنا اور چترادت راجہ کی بیٹی کا اُسپر عاشق ہونا

کہتے ہیں کہ بکاؤلی راجہ اندر کی بد دعا سے پتھر کی ہوکر وہاں سے غائب ہوگئی اور شہزادہ سیماب کے مانند بیتاب ہوکر لوٹنے لگا تب اُسکو پریوں نے اُٹھا کر نیچے ڈال دیا وہ ایک جنگل میں جا پڑا تین روز تک بیہوش رہا چوتھے دن جو آنکھ کھلی تو بجاے دلدار پہلو میں خالی دیکھے ہر طرف جاکر شور و فریاد کرنے لگا اور بکاؤلی کی خبر ہر ایک درخت سے پوچھنے لگا ایک دن اسی طرح ایک سنگ مرمر کے تالاب پر جا پہونچا چاروں طرف سیڑھیاں پاکیزہ اور خوبصورت بنی ہوئی تھیں اور میوہ دار درخت بھی بہت سے اُسکے گرد لگے تھے شہزادے نے ایک ساعت وہاں دم لیا پھر نہا کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑ رہا اور اپنی محبوبہ کے تصور میں سو گیا ناگاہ کئی پریاں کہ اُسکے حال سے واقف تھیں وہ بھی وہاں پہونچیں اور اسی تالاب میں نہا کر بال سکھلانے لگیں اُنمیں سے ایک کی نظر جو شاہزادے پر جا پڑی ساتھیوں سے کہنے لگی بکاؤلی کا پھاد جی یہی ہے تاج الملوک کے کان میں جوں ہی یہ آواز پڑی آنکھیں کھول دیں اور پریوں سے با چشم خونبار پوچھا تمھیں کچھ معلوم ہے کہ بکاؤلی کہاں ہے اُنکا دل اُسکا حال زار دیکھ کر بھر آیا بولیں کہ آنکھوں سے تو نہیں دیکھا مگر سنا ہے کہ سنگلدیپ میں ایک تخانے میں ہے مگر نیچے کا دھڑ ناف تک پتھر کا ہوگیا ہے تمام دن اُس مندر کا دروازہ بند رہتا ہے اور پہر رات کے بعد صبح تک کھلا شہزادے نے پوچھا کہ وہ کس طرف ہے اور کتنی دور ہے اُنھوں نے جواب دیا راہ کی مصیبت تو ایک طرف

آدمی اگر ساری عمر چلے جب بھی وہاں نہ پہونچے تاج الملوک یہ سنکر مایوس ہوا اور اپنی زندگی سے ہاتھ اٹھا کر گریہ ماری کرنے لگا اور پتھروں سے سر پھوڑنے لگا پریوں نے اُسکے حال پر رحم کھا کر آپسمیں مشورہ کیا کہ اس آفت رسیدہ کو وہاں پہونچایا چاہیے آگے اسکی قسمت میں جو ہونا ہو سو ہووے گا فوراً اُسے لیکر اُڑیں دریات کی بات میں وہاں پہونچا دیا ایک لمحہ کے بعد اُس مایوس کو ذرا حواس آئے تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر رشک بہشت بریں زمین پر آباد ہے اور عجائب اُسکا سواد ہے رنڈی مرد وہاں کوئی بدصورت نظر نہیں آتا بلکہ درخت بھی وہاں کے ایسے قد موزوں رکھتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہتے ہیں آخر سیر کرتا کرتا بازار کی طرف جا نکلا راہ میں ایک برہمن پجاری ملا اُس سے پوچھا کہ دیوتا تم کون سے ٹھاکر دوارے کے پجاری ہو برہمن نے کہا کہ راجہ چترسین جو اس ملک کا والی ہے اُسکے ٹھاکر دوارے کا میں پجاری ہوں پھر تاج الملوک نے پوچھا کہ اس شہر میں کتنے ٹھاکروں کے مندر ہیں جو معروف و مشہور تھے برہمن نے بتادیے پھر یہ کہا کہ تھوڑے دنوں سے دکھن کیطرف دریا کے کنارے ایک نیا مندر پیدا ہوا ہے دن بھر اُسکا دروازہ نہیں کھلتا کوئی نہیں جانتا کہ اسمیں کیا ہے شہزادہ یہ بات سنکر خوش ہوا اور اسی طرف جا کر دریا کے کنارے مندر کے دروازے پر بیٹھ رہا پہر رات جب گذری اُس استھان کے کواڑ یکایک کھل گئے تاج الملوک اندر گیا دیکھا کہ بکاؤلی آدھی بصورت اصلی اور آدھی پتھر کی دیوار کا تکیہ لگائے پاؤں پھیلائے بیٹھی ہے اسکو دیکھ کر حیرت سے پوچھا تو یہاں کیونکر آیا اُسنے تمام ماجرا کہکر سنایا پھر ساری رات دونوں باتوں میں مشغول رہے پھر صبح ہونے لگی بکاؤلی نے شہزادے سے کہا اب تو یہاں سے جا اگر آفتاب نکل آیگا تو مجھ سا تو بھی ہو جائے گا اسکے بعد ایک موتی اپنے کان سے نکال کر اُسنے دیا کہ بالفعل اسے بیچکر اسباب درست کر اور چندے اوقات کاٹ تاج الملوک لیکر اُسی شہر میں آیا اور اُسے کئی ہزار روپے کو بیچکر ایک حویلی پختہ مول لی اسباب ضروری بھی بنا لیا اور کئی خدمتگار نوکر رکھے جب رات ہوتی بکاؤلی کے پاس جاتا اور صبح اپنے بیگانے میں آتا اسی طرح ایک مدت گذر گئی بعضے بعضے اشخاص ہمسایہ کے شہزادے کے آشنا ہو گئے اُسکو شہر کی سیر دکھلانے لگے ایک روز تاج الملوک اُنکے ساتھ سیر کو نکلا تھا ایک گروہ سر و پا برہنہ بحالت تباہ نظر آیا شہزادے نے یاروں سے پوچھا کہ یہ اشخاص اگرچہ بلباس فقیر ہیں لیکن بصورت امیر معلوم ہوتے ہیں خدا جانے اسکا سبب کیا ہے اُن میں سے ایک بولا ان میں بعضے شہزادے ہیں اور کئی امیرزادے لیکن سب

جلے ہوئے آتش عشق اور اشتیاق کے اور نشانے ناوک فراق کے ہیں قصہ ان کا یوں ہی کہ راجہ چترسین کی ایک بیٹی مہ پارہ بلکہ آسمان خوبی کا ستارا ہے اُسکے مانند کوئی عورت حسین اس سرزمین میں نہیں ہی اشعار

نازظاہر ہی قد موزوں سے
زلف اُسکی ہی جسقدر شگوں

ڈبکتی ہی چشم میگوں سے
ہی یہ بخت اسقدر مفتوں

سیکڑوں کشتے اسکے ابرو کے
امرت اور زہر آنکھیں ہیں اُسکی

لاکھ بندے ہیں تارگیسو کے
دم میں مارے ہیں اور جلائیں بھی

ننگ و ناموس جو کہ ہاتھ سے دے
اُسکے کوچہ کی سمت راہ وہ لے

قصہ مختصر ایک تو وہ آپ ہی پری پیکر قاتل گبر و مسلمان ہی دوسرے اُسکے ساتھ اور بھی دو کافرین غارتگر ایمان ہیں ایک تنبولی کی لڑکی نربل نام اور دوسری مالی کی چیلا اسم بامسمیٰ ہی غرض تینوں آپسمیں اخلاص لی رکھتی ہیں اُٹھنا بیٹھنا جاگنا سونا کھانا پینا دن رات ایک جگہ ہے اور اپنے اپنے بیاہ کی بھی ہر ایک آپ مختار ہے جسے پسند کرے اُسی سے ہو کسی کو اس بات میں دخل نہیں لیکن ابتک کوئی اُسکا منظور نظر نہیں ہوا اور آنکھوں میں نہیں ٹھہرا شہزادہ یہ سنکر چپکا ہو رہا اتفاقاً ایک دن یہ آوارہ بیابان عشق اُس حور سرشت کے محل کے نیچے جا نکلا تماشائی اُسکے گل رخسار کو بلبل وار تکتے تھے اور دیوانوں کی طرح آپسمیں کچھ کچھ بکتے تھے اور وہ پریزاد بیٹھی جھروکے سے دیکھ رہی تھی کہ شہزادہ اُس سے دوچار ہوا عشق کا تیر دل کے پار ہوا عنان صبر و شکیب ہاتھ سے چھٹ گئی متاع ہوش و حواس لٹ گئی بیخود ہو کر گر پڑی نربلا اور چیلا نے دوڑ کر اُٹھایا منھ پر گلاب چھڑکا عطر سنگھایا کچھ ٹھہری ہوش آیا لیکن سکتے کی سی حالت ہر چند اُنھوں نے حال پوچھا اُسنے کچھ نہ بتایا حیرت کو منھ پر اُسی طرح رہنے دیا تب نربلا نے کھڑکی سے نیچے جھانک شہزادے کو دیکھا اور چترادت سے بیتابی کا سبب دریافت کیا پھر تسلی دیکر کہنے لگی کہ اے رانی تیری بیقراری نے تو ہم کو دیوانہ بنایا اور اضطرابی نے دامن صبر چھڑایا اتنی کیوں گھبراتی ہے اور کس واسطے آپ کو دیوانہ بناتی ہی تیرے باپ نے تو بیاہ کی تجویز تجھ پر موقوف رکھی ہی جسکو تو پسند کریگی اُس سے تیری شادی کریگا خاطر جمع رکھ اس جوان ابلق سوار کو جسکو دیکھ کر تیری حالت متغیر ہوتی ہے تجھ سے ملا دونگی اگر فرشتہ ہے تو بھی تیرے دام سے جا نہیں سکتا اور کوئی اُسکو چھڑا نہیں سکتا دیکھ تو ایسے جال میں پھنساتی ہوں کہ ہل نہ سکے اور ایک قدم آگے چل نہ سکے یہ کہہ کر ایک کٹنی اُسکے حال کی تحقیقات کو بھیجی وہ عجب ایک شوخی و طنازی سے آئی اور آتے ہی شہزادے کے گھوڑے کا شکاربند پکڑ کر کہنے لگی تو نہیں جانتا کہ یہ شہر مقتل غربا ہے اور یہاں عاشقوں کو سولی دینا روا ہی

یہاں کے پریرو مرغ زیرک تار زلف میں ادا سے پھنسا لیتے ہیں اور ایک نگاہ ناز سے خاک پر گرا دیتے ہیں
تو کس جرأت اور دلیری سے ادھر اُدھر پھرتا ہے اور بادشاہوں کے محلوں کیطرف دیدہ بازی کرتا ہے
مگر آتش کا پرکالہ ہے جو شمع رخوں کے دل کو پگھلاتا ہے اور سنگدلوں کے کلیجے کو موم بناتا ہے کدھر سے آیا ہے اور
کہاں کا رہنے والا ہے اپنے حسب اور نسب اور وطن سے آگاہ کر تاج الملوک اسکی باتوں سے تاڑ گیا کہ کسی کی
بھیجی ہوئی ہے بولا اے پچھو بہت باتیں نہ بنا میرے داغ دل سے روئی نہ اٹھا اپنے کسی مجروح کے زخم
پر مرہم لگا حسن وطن میرا مطلع خورشید سے روشن تر ہے اور نام میرا افسر سلاطین ہے دریافت کرے جسکی
تو بھیجی ہوئی آئی ہے اُس سے جاکر کہدے کہ مجھ مسافر مصیبت زدہ کی طرف خیال نہ کرے اور مجھ سودائی
پر دھیان نہ رکھے **بیت**

خوش جو آنے سے ہو اُسکے پاس جا	ناز اُس پر کر جو ہو خواہاں ترا

مشاطہ جان گئی کہ وطن اُسکا شرقستان ہے اور نام تاج الملوک عالی نسب لاحسب غرض تمام حال دریافت
کرکے چترادت سے آکر بیان کیا شہزادہ دہ زیر پوشاک بدلتا اور اُسکے جھروکے کے نیچے ہو کر نکلتا چترادت
اُسکے فراق سے چودھویں رات کے چاند کی طرح گھٹنے لگی چند روز تو یہ راز چھپا رہا آخرش کھل گیا یہانتک
کہ ماں باپ نے بھی سنا تب راجہ نے ایک دلالہ بڑی ہوشیار پختہ کار بلائی اور شہزادے کے پاس بھیجی کہ لڑکی
کی نسبت کا پیغام اُسکو دے اور اُسکے دلکو ہر طرح سے لبھائے القصہ اُسنے چترسین کا پیغام شہزادے
کو دیا اور اُس گل اندام کا حسن بیان کیا اُس نے تمام و کمال سنکر جواب دیا کہ تو میری طرف سے بعد سلام و نیاز
کے راجہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ جو کوئی قبائے شاہی اور تاج شاہنشاہی چھوڑ کر رنج سفر اور خرقۂ فقر
اختیار کرے اور اپنے بیگانے سے کنارا پکڑے اُسکی پابندی کا خیال کرنا فی الحقیقت پانی پر نقش بنانا
اور ہوا کو گرہ میں باندھنا ہے یہ کہا اور اُسکو رخصت کیا دلالہ نے تاج الملوک کے انکار کرنے کی کیفیت
راجہ سے عرض کی چترسین اُسکے اغماض کرنے سے متفکر ہوا اور وزیر سے مشورت کی اُسنے عرض کی ایک
غریب بے خانماں کو اگر بادشاہ اپنا مطیع کیا چاہے تو کیا بڑی بات ہے آپ دیکھتے رہیں میں اُسکو کس
گھاٹ اُتارتا ہوں الغرض وہ مکار اس بات کے درپے ہوا کہ شہزادے کو چوری کی تہمت لگا کر گنہگار ٹھہرا
اور اپنا کام اُسکے ہاتھ سے یوں نکالے سچ ہے کہ جو کوئی حکمت حکیم مطلق کی گوناگوں ال کی نظر سے دیکھے
تو کسی چیز کو خالی شر سے نہ پائے اور ہر ایک شر کے بعد خیر ملاحظہ کرے اے عزیز حق تعالٰے نے عالم انشراح

کو بدن سے رخصت دی ہے پس جو حرکت کہ بظاہر بدن سے ہو حقیقت میں روح سے ہے غرض کہ جو فساد کہ اس عالم کون و فساد میں ہو تو اُسکی طرف سے جان لیکن شر نہ سمجھ کہ در پردہ وہ خیر ہے کیونکہ وہاں شر کی گنجائش نہیں القصہ تاج الملوک کو خرچ کی احتیاج ہوئی چاہا کہ بکاؤلی سے مانگے اس میں وہ سانپ کا من اپنی ران کا رکھا ہوا یاد آیا جراح کو بلاکر ران چروائی اور وہ مہرہ نکالکر زخم پر مرہم لگادیا جب کہ اچھا ہوا بازار میں لیگیا جوہری دیکھ کر حیران ہوے وزیر کو جاکر خبر کی کہ ایک شخص ایسا جواہر بیچنے لایا ہے کہ ہم نے ساری عمر نہیں دیکھا اور بادشاہ کے سوا کوئی بھی اُسکی قیمت نہیں دے سکتا سنتے ہی وزیر نے کئی جوان اُسکے ساتھ کر دیے اور اُس غریب الوطن کو ناحق پکڑوا بلوایا دیکھا تو وہی شخص ہی فی الفور اُسے چوری کی تہمت لگاکر قید کیا اور راجہ کو یہ مژدہ سُنایا کہ پرندہ دام توڑ کر اُڑ گیا تھا آج فریب سے میں نے اُسے پکڑا اب یقین ہے کہ جو آپ کہینگے قبول کریگا

تیسویں داستان بیاہ ہونے میں تاج الملوک کے چتراوت سے اور کھودنے میں دیوہری کے جس میں بکاؤلی تھی

جب شہزادے کو راجہ چترسین نے بندیخانہ میں نہایت تنگ کیا کہ چتراوت سے شادی قبول کرے لیکن وہ قید کی سختیاں ہرگز خاطر میں نہ لاتا تھا بکاؤلی کے فراق میں دن رات چلاتا تھا اور دیوار سے سر ٹکراتا تھا ایکدن وہاں کے داروغہ نے راجہ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ نو گرفتار مانند مرغ نیم بسمل بیقرار نہ رات اور دن خاک پر لوٹتا ہے اگر اُسے جلد آزاد نہ کیجیے گا تو خون ناحق سر پر لیجیے گا چند روز میں تڑپ تڑپ کر مرجائیگا مہاراج نے اُسے تو کچھ جواب نہ دیا لیکن بیٹی کو کہلا بھیجا کہ تو جاکر اپنے شمع جمال کا پرتو اُسپر ڈال شاید تجھ پر پروانہ وار گر پڑے اور جل جائے اور اُسکی متاع غرور جل جائے چتراوت یہ بات سنکر نہایت شاد ہوئی جلد آپ کو آراستہ کیا حُسن مادر زاد کو زیب زینت سے دونا کردیا پھر نہلا اور جلا بھی بن ٹھنکر زہرہ و مشتری کے مانند اُس ماہر دکے ساتھ ہولیں غرض تینوں شاہزادے کے پاس پہونچیں اشعار

گئی زنداں میں وہ رشک زلیخا — وہاں اُس یوسف ثانی کو دیکھا
نہ کیلے تھے یعنی دنداں مثل گوہر — عقیق لب بھی برگ گل سے خوشتر
رخ گلرنگ کا وہ زرد کھایا — چمک نے جسکے سورج کو جلایا
برائے نذر وہ لائی تھی جو جو — رکھا فی الفور اُسکے آگے سب کو
پھر ایسے ساعد سیمیں دکھائے — کہ چاندی چاند کی جنسے لجائے
سنگھائی عطر سی بو اپنے تن کی — مہک شرمندہ کی مشک ختن کی

پھر انگور کے اُسے کھلائے بادام عوض عنبر کے لف عنبر فام رکھا سیب ذقن پھر اُسکے آگے کہ اُسکا بھی مزا دہ شوخ چکھے
اگر رکھے انار سینہ مخفی اطاعت اُسنے کی شرم و حیا کی

لیکن شاہزادے کی نظر قبول اُنمیں سے کسی پر نہ پڑی اور کوئی چیز اُسکی نگاہ پر نہ چڑھی فی الواقع اگر چترادت کی آتش باطن تاثیر دار نہ ہوتی تو پھر اُسکے تحفۂ ظاہری خراب جاتے ساری محنت رایگاں ہوتی سُن اے عزیز رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے عبادت کو بادشاہ حقیقی کی نذر کے لائق نہ دیکھا عجز سے کہا کہ عبادت تیری میں نے جیسی چاہیے نہیں کی پھر کس کا منھ ہے کہ اپنی عبادت پر نازاں ہو بہتر یہی ہے کہ آپ کو اُسکی محبت کی گھریا میں یہانتک پگھلائے کہ اکسیر کے مانند خاک ہو جائے تا شاہان اکسیر پسند کی آنکھوں میں سونے سے زیادہ نظر آئے القصہ جب چترادت نے دیکھا کہ چشم جادو اور تیغ ابرو سے کچھ نہ ہو سکے گا ناطاقت ہو کر شہزادے کے آگے گر پڑی تڑپنے لگی یہانتک کہ شہزادے کے دل کو صدمہ پہونچا بے اختیار اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسکو آغوش میں کھینچ لیا شادی قبول کی کیونکہ بے اُسکی خاطرداری اور رضامندی کے کسی طرح اپنی رہائی نہ دیکھی نرملانے فی الفور خوشخبری راجہ کو پہونچائی کہ چترادت گل مراد سے دامن بھر کر گھر میں آئی چترسین نے فی الفور شہزادے کو بندی خانہ سے نکالا حمام میں بھیجا اور خلعت شاہانہ مرحمت فرمایا پھر ایک مکان دلچسپ رہنے کو دیا اور نیک ساعت دیکھ کر اپنے خاندان کی رسم کے موافق اُس دُرناسفتہ کو اس لعل گرانبہا کے ساتھ بیاہ دیا تاج الملوک چترادت کے خلوت کدے میں آیا نرملا اور چپلا اپنے اپنے عہدے پر آکر کھڑی ہوئیں اور اُنھوں نے بھی گرمیاں بہت سی کھلائیں لیکن شہزادے نے کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا سر نیچے کیے بیٹھا رہا جب پہر رات گذری اُٹھ کھڑا ہوا اور بکاؤلی کے منزل کی طرف چلا چند روز سے جو اُس گرفتار دام بلا کو نہ دیکھا تھا تڑپ رہی تھی اور سر دیدے مارتی تھی اتنے میں شہزادہ بھی جا پہونچا دیکھتے ہی شاد ہو گئی اور سنبھل بیٹھی لیکن ہاتھ پاؤں کی مہندی دیکھ کر اُس رشک چمن کا منھ غصے سے لال ہوا دل کو صدمہ کمال ہوا طاقت خموشی کی جاتی رہی کہنے لگی واہ واہ شہزادے اتنے دنوں کے بعد آئے مگر خوب رنگ لائے عاشقوں کا نام تو نے ڈبویا وفا کو داغ لگایا تجھا عاشقی کا دم اب کبھی نہ بھرنا اور اپنا عشق کسی سے ظاہر نہ کرنا

مثنوی

ارے سنگدل تو نے یہ کیا کیا اگر انصاف اپنے ہی دلمیں ذرا مرا جسم گر رنگ ہو جائے سنگ
حنا کا ہو پھر تیرے ہاتھوں پہ رنگ میں پتھر کی ہو کر رہوں یوں پڑی کرے عیش تو غیر سے ہر گھڑی

مرا غنچۂ دل یہاں داغ کھائیے
شب و روز دست تأسف ملے
نہ نام جاہت کا اے بدگہر
گرے چین تو حیف تاج الملوک
کہاں ہے ترا کس طرف آج دھیان
مگر ہوں ترا بندۂ جاں نثار
مرا گوشت در پوست سب ہے ترا
کہ اپنوں سے بیگانہ مجھ کو کیا
جب ہی سے کوئی چیز بھاتی نہیں
تصدق ہے تجھ پہ سے یہ دل مرا
نہیں اور تجھ سی کوئی دوسری
میں عاشق بدل ہوں ترا بیریاں
تعلق نہیں اور کے ساتھ ہے
بڑی قید میں میں گرفتار تھا
نہ کرتا جو اس کام کو میں بھلا
تو اس بتکدے میں تڑپتی ادھر
فقط اپنا ہی دیکھتا جو ضرر
مگر تیرا نقصاں گوارا نہ تھا
اسی ڈر سے یہ امر میں نے کیا
بھلا جھوٹ اتنا ہی کیوں بولتا
وفا اور محبت تری دیکھ لی
مجھے رنج و زحمت مبارک رہے
سنا اس طرح کا جو اُس نے کلام
تو ہاں در گل کو گلے تو لگا لیے
جو عاشق ہو خوش ہو کے دھوپ میں جا
پڑیں پتھر ایسی تری چاہ پر
جو رنجش کی باتوں کو اُسنے سنا
خیال ایسے دل میں نہ لا میری جاں
بلا شبہ ہوں مالک تخت و جاہ
ترے ہاتھ مدت سے میں بک چکا
مرے دلکو جب دن سے بھائی ہے تو
نظر میں کوئی شے سمائی نہیں
سوا تیرے پھر کس سے اے دلربا
پڑے آنکھ کس پر بھلا اب مری
یہ کیا دخل ہے حکم سے گر پھروں
مرا جینا مرنا ترے ہاتھ ہے
مجھے خواہش کد خدائی نہ تھی
تو آگر تجھے کس طرح دیکھتا
پہونچتی نہ میری خبر تجھ تلک
تو کرتا نہ یہ بات اے سیم بر
یقین تھا مرے دلکو اس بات کا
مجھے ورنہ شادی سے کیا کام تھا
کوئی بیاہ کرتا نہیں جبر سے
یہ دو دن کی چاہت تو نے دیکھ لی
تجھے مجھ سے اس حال میں کام کیا
لیا اپنا دل دونوں ہاتھوں سے تھام
غضب ہے کہ مشتاق غم سے جلے
وہ ماتم نشیں ہو یہ شادی رچائے
اُٹھے درد و غم کی مرے دل میں ہوک
لگا بید سا کانپنے سر دھنا
اگرچہ ہوں شہزادہ نامدار
میں تیرا ہوں مملوک اے رشک ماہ
یہ جلوے نے دیوانہ مجکو کیا
ان آنکھوں میں جب سے سمائی ہے تو
ترے پاؤں سامنے نہیں چاند کا
یہ عاشق ترا ہو دے گا مبتلا
نہ مجھ سے کبھی ہو جیو بدگماں
جو فرمائے فوراً وہی میں کروں
مگر کیا کروں سخت ناچار تھا
مگر بے کیے بھی رہائی نہ تھی
میں اُس قید خانہ میں مرتا اُدھر
نہ حالت ترے درد کی مجھ تلک
مجھے اپنا جی ایسا پیارا نہ تھا
بچے گی نہ تو بھی جو میں مر گیا
پری نے یہ سنکر غضب سے کہا
عذر چاہیے ہے مرے صبر سے
تجھے عیش و عشرت مبارک رہے
بُرے وقت کا کون ہے جز خدا
دم سرد بھر بھر کے رونے لگا

دل و جاں کو ہاتھوں سے کھونے لگا
یہ حالت بڑی دیر طاری رہی
گرا اُسکے قدموں پہ بے اختیار
کہ میں تجھسے جی میں نہیں کچھ خفا
خفا ہونے والی میں صدقے گئی
ہوا تجھسے جو مجکو وہ سب قبول

پری نے جو دیکھا اُسے اشکبار
کر دونوں طرف آہ وزاری رہی
پری بھی تحمل نہ کچھ کر سکی
یہ شکوہ زبانی فقط تھا مرا
وہی مصلحت تھی جو تو نے کیا
نہ ہو تو ذرا اپنے دلمیں ملول
تو ہے جان و دل سے گرامی پاس

لگی آپ بھی رونے بے اختیار
پھر آخر کو وہ عاشق بے قرار
اُٹھا کر سر اُسکا گلے لگ گئی
ہے منظور بس مجھکو تیری خوشی
ہیں عورت ہوئی خرمی عقل کیا
ہزاروں ہیں گلرو اگر تیرے پاس

القصہ اسی طرح کے کلام آپس میں رہے ہر گھڑی اُدھر سے ناز تھا اس طرف سے نیاز تھا القصہ تاج الملوک نے اپنے قید ہونے کا اور چترا وت سے شادی کرنے کا ماجرا مفصل بیان کیا اور اُس آئینہ رو کے دل سے غبار کدورت بالکل دھویا اتنے میں صبح نمود ہوئی تاج الملوک گھر گیا اور چترا وت کے پلنگ پر سو رہا اسی طرح بلا ناغہ ہر شب بکاؤلی کے پاس جاتا تھا اور دن چترا وت کے ساتھ نقل و حکایات میں کاٹتا تھا وہ شہزادے کی ایسی حرکات سے نہایت حیران تھی اور اپنے دل میں کہتی تھی یا الٰہی طرفہ ماجرا یہ ہے کہ باوجود اس قربت کے میرے دل کی آگ شہزادے کی پنبہ دل کو سلگاتی نہیں اور اُسکے خرمن تحمل کو جلاتی نہیں تعجب ہے کہ بیدل و دل آرام ایک گھر میں ہیں اور تفاوت پورب پچھم کا سا ہے اے عزیز جبتک تیرے دل کی آنکھیں اغیار کے حسن کو دیکھنے والی ہیں تجھے یار کی صورت نظر نہیں آتی ہر چند بے پردہ ہو پہلے خار رغبت اغیار کو دل کی سرزمین سے اُکھاڑ کر پھینک دے پھر گل رخسار یار کو آئینہ دل میں دیکھ لے اگر تو اپنے گلشن وجود کو بہ نظر تامل دیکھے تو اُن میں رنگ و بو کے سوا کچھ نہ پاوے القصہ ایک دن چترا وت نے شہزادے کا گلہ اپنے باپ سے کیا اور اُسکی بے التفاتی کا سارا حال کہا راجہ نے کئی جاسوس شاہزادے کے پیچھے لگائے تا اس بات کو جلد تحقیق کریں کہ یہ تمام رات کہاں رہتا ہے وہ اسی تلاش میں تھے کہ یہ اُسی وقت پھر گھر سے نکلا اور اُسی مندر میں گیا رات بھر رہا صبح ہوتے ہی پھر محل میں داخل ہوا فوراً اُنھوں نے جا کر راجہ سے عرض کی کہ شاہزادہ فلاں مندر میں صبح تک رہتا ہے اُس بیدل نے کئی سنگ تراش چالاک دست اُسی وقت بھیجے کہ اُسکو کھود کر پھینکدیں اُنھوں نے بموجب حکم کے اُس مندر کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ کر دریا میں ڈالدیا تاج الملوک جو اپنی عادت پر وہاں گیا تو اُسکا نشان بھی نہ پایا دیوانوں کے مانند وہاں کی خاک پر لوٹنے لگا اور یہ رباعی پڑھنے لگا اشعار

اے جان اگر کھوج ترا پاؤں میں
مر مر کے وہاں آپ کو پہونچاؤں میں
کچھ ہو نہیں سکتا ہی کروں کیا اے کاش
پھٹ جائے زمین اور سما جاؤں میں

آخر ناامید ہو کر ڈاڑھیں مار مار کر رو دیا اور پھر آیا چند روز تو اُسکو بیقراری کی لذت اور آہ و زاری کی فکر رہی جب اُس صنم کے وصل سے مایوس ہوا رونے کا بھی حاصل نہ دیکھا چترا وت کی جادو بھری باتوں پر دھیان کیا عین نسیم دار اُسکے غنچہ امید کو شگفتگی بخشی اور نیسان وصال سے اُسکی صدف آرزو کو پر گہر کیا

چوبیسویں داستان بکاؤلی کے پیدا ہونے کی ایک کسان کے گھر میں اور تاج الملوک اور چترا وت کے ملنے میں اور پہونچنے میں ملک نگار میں کے

کہتے ہیں کہ اس تہخانے کی زمین کو ایک کسان نے جوتا اور وہاں سرسوں بوئی تاج الملوک کبھی کبھی اُسکے سبزے کو دیکھنے جاتا تھا اور اپنے دل بیقرار کو وہاں کے سبزے سے تسکین دیتا تھا جب وہ پھولی اور اُسنے بہار پیدا کی تب شاہزادہ دونوں وقت وہاں جانے لگا اور یہ رباعی پڑھنے لگا رباعی

کیا رنگ تمھارا ہے کہو تو پھولو
آتی ہے مجھے عشق کی اس رنگ سے بو
نکلے ہو زمیں سے اسلیے پوچھتا ہوں
گلشن سے مرے کچھ بھی خبر رکھتے ہو

القصہ وہ کھیت پکا اور کسان نے کاٹ کر اُسکا تیل نکالا از بسکہ کسانوں کا چلن یہ ہے کہ جو چیز کھیت میں اُگتی ہے اُسکو پہلے آپ کھاتے ہیں اسلیے وہ اُسکی جورو کے کھانے میں آیا با وجودیکہ وہ بانجھ تھی خدا کی قدرت کاملہ سے حاملہ ہوئی اور نو مہینے کے بعد لڑکی پری پیکر جنی کسان کا گھر بے چراغ اندھیرا تھا اُس شمع کے پرتو سے روشن ہو گیا ہر طرف دھوم پڑی کہ ایک بانجھ کے گھر سرسوں کے تیل کی تاثیر سے ایک لڑکی نہایت حسین ایسی پیدا ہوئی کہ اُسکے حُسن کی تعریف کسی سے نہیں ہو سکتی منھ کی چمک نے چودھویں رات کے چاند کو ماند کر دیا جب چودہ برس کی ہوئی تب سورج کو بھی داغ دیا رفتہ رفتہ یہ بات تاج الملوک کے بھی کان تک پہونچی جانا کہ یہ تاثیر اُسی سرسوں کی ہے کسان کو اُسکی بیٹی سمیت بُلوا بھیجا جونہیں نظر اُس لڑکی پر پڑی اُسکی شکل اپنی معشوقہ کے مطابق پائی نہایت شاد ہوا سمجھا کہ یہاں اُسنے جنم لیا ہے بہت سے روپے اُس کسان کو دیکر رخصت کیا کہ اس لڑکی کو بخوبی پرورش کر جب وہ سات برس کی ہوئی ہر طرف سے اُسکی شادی کے پیغام کسان کو آنے لگے لیکن وہ اس اندیشہ سے کہ شاہزادے نے پرورش کیواسطے تاکید شدید کی تھی جواب جانے

آگے اُسے منظور ہی کہ میری جان پر آپنے سب کو صاف جواب دیتا اور بہانہ یہ کرتا تھا کہ جس وقت وہ سیانی ہوگی جسے پسند کریگی اُسکے ساتھ بیاہ دونگا قصہ مختصر جب اُس نے دسویں برس میں پاؤں رکھا تاج الملوک نے اس دہقان کے پاس ایک مشاطہ کے ہاتھ پیغام یہ بھیجا کہ اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کردے یہ سنکر وہ بیچارہ کانپنے لگا کہ مجھ غریب عاجز کا یہ منہ کہاں کہ بادشاہ کے داماد کو اپنا داماد کرونگا آخر یہی بھلا ہوگا کہ میری بیٹی لونڈی ہوکر رہے گی ہزار افسوس ایسی مہاسندر راجہ کی بیٹی کی چیری بناؤں اور اُسکے آگے لے کواؤں یہ سنکر لڑکی نے کہا سنو بابا میرا نام بکاؤلی ہے میں پری ہوں تم ایسے اندیشے نہ کرو سب طرح خاطر جمع رکھو کچھ وسواس نہیں کہ گل رنگین کی جگہ آخر سر پر ہر اور دُربے بہا کا مکان شاہوں کا افسر ہے تم شاہزادے سے کہلا بھیجو کہ چندے اور بھی توقف کرے کسان بیچارہ چپ ہو رہا مشاطہ نے آکر سب ماجرا حضور میں عرض کیا تاج الملوک سنتے ہی مارے خوشی کے پھول گیا سارا غم والم بھول گیا اور اُسکو بہت سا انعام دیکر رخصت کیا جب بکاؤلی کے نحوست کے دن آخر ہوے سیکڑوں پریاں چاروں طرف سے وہاں آئیں اور سمن دیری بھی پوشاک پر تکلف اور جواہرات بیش قیمت لیکر مع تخت زریں آکر حاضر ہوئی بادشاہزادی نے کپڑے بدلے گہنا پہنا جب بن ٹھن چکی ماں باپ سے کہا کہ میں اتنے دنوں تمھارے گھر مہمان تھی اب رخصت ہوتی ہوں باپ کا ہاتھ پکڑکے اُسکے مکان کے پچھواڑے لیگئی اور اشرفیوں کا دیگچہ کسی زمانہ کا گڑا ہوا بتادیا کہ اسکو نکالکر خرچ میں لاؤ پھر رخصت ہوئی اور تخت پر سوار ہو بیٹھی پریاں فی الفور اُسکو اُٹھا کرلے اُڑیں اور جس جگہ کہ تاج الملوک چترا وت اور زیلا اور جیلا کو لیے بیٹھا تھا آکر اُتریں بکاؤلی نے سب کو وہیں چھوڑا آپ اکیلی اندر گئی اور چترا وت کا ہاتھ پکڑکر بہنوں کی طرح تازے گلے لگ گئی وہ اُسکی سج دھج دیکھکر بہت خوش ہوئی کہ مسند سے دب کر بیٹھی پھر پری نے تمام اپنی سرگذشت شہزادے سے کہی اور اسکی سنی پھر چترا وت سے کہا کہ اگر شہزادے کی رفاقت منظور رہو تو بسم اللہ اُٹھ کھڑی ہو وہ تمھارا گھر ہی کچھ اندیشہ نہ کرو چترا وت نے کہا کہ میری جان شاہزادے کے ساتھ ہی پھر اس جسم خالی کو کیونکر رکھ سکونگی بدل حاضر ہوں اُسیوقت بکاؤلی نے پریوں کو اشارے سے کہا کہ تم ظاہر ہو نقل کرتے ہیں کہ چپہ بھر زمین سنگلدیپ کی پریوں سے خالی نہ رہی شہر میں دھوم پڑگئی لوگ گھبرائے یہانتک کہ راجہ مضطر ہوکر بیٹی کے محل میں دوڑا آیا دیکھتے ہی اُسکو شہزادہ استقبال کے واسطے اُٹھ کھڑا ہوا چند قدم بڑھا اور اپنی مسند پر بٹھایا پھر اپنا اور بکاؤلی کا احوال مفصل کہکر سنایا پہلے تو بہت سا کڑھا پھر نہایت خوش ہوا اور چترا وت کا

ہاتھ پکڑ کر بکاؤلی کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ میری اکلوتی بیٹی ہو تیری پرستاری کے واسطے دیتا ہوں توقع کہ اسپر نظر مہربانی کی رکھیو اور اپنی لونڈی جانیو یہ کہکر رخصت کیا تاج الملوک تخت پر سوار ہوا بکاؤلی اور چتراوت داہنے بائیں بیٹھیں اور نرملا اور چپلا ادب سے سامنے پھر پریاں تخت کو لیکر اُڑیں بات کی بات میں تاج الملوک کی ڈیوڑھی پر جاکر رکھ دیا بکاؤلی اور چتراوت جو اندر گئیں زین الملوک کے وزیر کا بیٹا بہرام نام کہ ملک نگارین اور باغ اور قصر کا علاقہ اُسی کو تھا نذر لے کر دوڑا آیا آداب بجا لاکر اپنا نام و نشان بتلایا تاج الملوک نے اُس پر بہت سی نوازش فرمائی نذر لی خلعت دیا پھر دولت خانے میں داخل ہوئے دلبر اور محمودہ دیکھتے ہی شہزادے کو نہایت شاد ہوئیں پھر بکاؤلی اور چتراوت سے خوشی خوشی ملیں

پچیسویں داستان تاج الملوک کے نامہ لکھنے میں فیروزشاہ اور مظفرشاہ اور اپنے باپ کو اور آنے میں اُن کے تاج الملوک کی ملاقات کو اور روح افزا پر عاشق ہونا بہرام کا

مصور نگارستان عشق کا اس داستان کی تصویر صفحۂ کاغذ پر یوں کھینچتا ہے کہ تاج الملوک نے فیروزشاہ اور مظفرشاہ اور زین الملوک کو مژدہ اپنے پہونچنے کا لکھ بھیجا اُسکو پڑھ کر ہر ایک کا دل تر و تازہ ہوا چنانچہ فیروزشاہ نے مع جمیلہ خاتون بڑے جاہ و حشمت سے شرقستان کی طرف کوچ کیا اور مظفرشاہ حسن آرا اور روح افزا کو ساتھ لے کر اُسی تجمل سے روانہ ہوا اور زین الملوک بھی خاص محل کو ہمراہ لے کر بڑے کر و فر فوج اور لشکر سے چلا غرض تھوڑے دنوں میں ملک نگارین میں آپہونچے اور اُسکے گرد و نواح میں انسان اور پریزاد کی ایسی کثرت ہوئی کہ تل دھرنے کی جگہ نہ رہی بارے تاج الملوک اور بکاؤلی کے دیدار سے سب مسرور ہوئے اور ہر ایک دل سے رنج والم دور ہوئے تین روز تک جشن رہا ناچ راگ دن رات ہوا کیا چوتھے دن ہر ایک شاد و خرم رخصت ہو کر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوا مگر بکاؤلی نے روح افزا کو نہ چھوڑا کہ چندے اور بھی اسکی صحبت سے حظ زندگانی اُٹھائے اور ایام جدائی کی سختیاں سب دل سے بھلائے عقیق کا دالان اُسکی خواب گاہ کے واسطے مقرر کیا وہ پری پیکر اُس حور سرشت کے ساتھ بہر رات گئے تک سرگرم گفتگو رہتی تھی

پھر خوابگاہ میں جاکر سو رہتی تھی ایک رات کی نقل ہے کہ روح افزا کی چوٹی سوتے میں کھڑکی کے باہر جا پڑی تھی
اُسکے موباف میں ایک گوہر شب چراغ چمک رہا تھا بہرام بھی اُسی وقت چاندنی کی سیر کرتا ہوا ادھر جا نکلا
جبکہ نگاہ اُسپر جا پڑی پہلے تو سمجھا کہ کالا اپنا من منھ میں لیے چڑھا جاتا ہے پھر غور سے جو دیکھا تو معلوم کیا
کہ کسی کی چوٹی میں لعل چمکتا ہے جی میں سوچا کہ شاید بکاؤلی یہاں سوتی ہو اور اُسکی چوٹی لٹک پڑی ہو لیکن
دل اُسکا تمام رات پیچ و تاب کھاتا تھا آخر رہ نہ سکا صبح کو سمن رو پری سے پوچھا کہ فلانے مکان میں کون
سوتا ہے اُسنے کہا کہ وہ روح افزا کی خوابگاہ ہے سنتے ہی اُسکے عشق کا سودا بہرام کے سر میں پیدا ہوا
اور اُسکی زنجیر زلف ڈھونڈھنے لگا چنانچہ دوسرے دن آدھی رات کے وقت کمند مار کر اُس مکان
میں جا کر اُترا اور دالان کے اندر بے تابانہ چلا گیا دیکھا کیا ہے کہ وہ رشک پری ایک سونے کے پلنگ پر ناز
سے سوتی ہے یہ کیفیت اُسکی دیکھ کر کیفیوں کے مانند ہو گیا اُسنے تو کبھی اس شراب کو چکھا نہ تھا اُسکا نشہ سنبھا
نہ سکا بدمستوں کیطرح اُس پری پیکر سے ہم آغوش ہو کر مچھیاں لینے لگا فوراً اُسکی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ بہرام ہے
اگرچہ اُسکا عشق اُسکے شیشۂ دل کو چور کر چکا تھا لیکن اتنی چالاکی اور بیباکی اُسکی طبع نازک کو خوش نہ آئی
بہت سا جھنجھلائی آخرش طمانچہ مار کر ایسا دھکا دیا کہ کھڑکی سے گر پڑا اور زار زار روتا ہوا اپنے گھر چلا گیا
صبح ہوتے ہی روح افزا نے بکاؤلی سے رخصت مانگی اُسنے ہر چند سماجت اور منت کی کہ چند روز اور بھی رہو
روح افزا نے نہ مانا اس واسطے کہ اگر رات کی بات ظاہر ہو گی تو بکاؤلی مجھے ہنسی میں لے گی اور
چھیڑے گی آخرش نہ ٹھہری اور جزیرۂ فردوس کی راہ لی لیکن بہرام کے عشق سے دن کو چین سے نہ بیٹھتی
تھی اور رات کو ایک دم آرام سے نہ سوتی تھی بلکہ اکثر اوقات شمع فانوس کے مانند روتی تھی اور ساعت
بساعت سموم غم سے مرجھاتی تھی اور اپنی نرگس مخمور میں گھڑی گھڑی آنسو بھر لاتی تھی سچ ہے
کہ جو کوئی دیدۂ غور سے ملاحظہ کرے تو عشق کی بیتابی معشوق میں زیادہ دیکھے یہ وہ گردہ ہے کہ کسی کے
گلے میں کمند عشق ڈال کر دور سے اپنے حضور میں کھینچ لے اور کسی کو فلاخن ہجر سے دور پھینکدے

چھبیسویں داستان بہرام کے جزیرۂ فردوس میں پہونچنے کی سمن رو پری کی مدد سے اور روح افزا کے ملنے میں بنفشہ کی توجہ سے

کہتے ہیں کہ بہرام روح افزا کے فراق میں یہانتک نحیف ہو گیا کہ دُبلاپے سے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے

اس بات کی سمن رو کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی چنانچہ وہ مدام اُسکو نصیحت کرتی کہ اے بہرام اس خیال سے درگذرا اور دل سے اندیشہ فاسد دور کر کیونکہ غیر جنس کا شجر محبت سوا فراق کے کچھ ثمر نہیں دیتا خاک میں ملے ایسی دوستی جس سے ہمیشہ خرابی اور اضطرابی جی کو رہے اور ناحق ایک بے پروا کے پیچھے دکھ اور درد سہے تو تاج الملوک کی بات پر نہ جا کہ نادر ہی یہ اتفاق ہو گیا کہ بکاؤلی کی طبیعت اُسپر آگئی والا آدمی اور پری میں کیا مناسبت لطیف اور کثیف میں ملاقات کی کون صورت لیکن بہرام چپکا سنا کرتا کچھ جواب نہ دیتا مگر یہ بیت پڑھتا تھا **بیت**

نصیحت کرتے ہو ناحق تم اتنی
نہیں جانے کی زنگی سے سیاہی

جب سمن رو نے دیکھا کہ خار عشق بہرام کے جگر میں ایسا چُبھا ہی کہ اُسکا نکلنا بہت دشوار ہی کہا اے خود فراموش اس مہم میں مجھ سے تیری امداد اور تو کچھ نہیں ہو سکتی لیکن اگر تو کہے تو میں جزیرۂ فردوس میں تجھے پہونچا دوں پھر آگے تیری قسمت ہے وہ اس بات پر بخوشی راضی ہوا تب سمن رو نے اُسکو زنانے کپڑے اور گہنا جسقدر مناسب تھا پہنایا بہرام امرد تھا ہو بہو ایک نئی پری پیکر بنکر اُڑ چلا پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کر جزیرۂ فردوس کو لے اُڑی اور اپنی منہ بولی بہن کے گھر میں کہ اُسکا نام بنفشہ تھا اور روہی مشاطہ روح افزا کی تھی جا کر اُتری وہ سمن رو کے آنے سے نہایت مسرور ہوئی اور پوچھنے لگی کہ یہ نوجوان لڑکی تمھارے ساتھ کون ہی اُسنے کہا کہ میری دینی بہن ہی اسکا جی اس سرزمین کی سیر کو بہت چاہتا تھا اس واسطے میں تمھارے پاس لائی ہوں اسے خوب طرح سیر کراؤ تماشے دکھاؤ اُسنے کہا بہت اچھا سر آنکھوں سے پھر سمن رو رخصت ہو کر بکاؤلی کے پاس آئی اور بہرام بنفشہ کے گھر میں رہا وہ اُسے دنیا کی نعمتیں کھلاتی شفقت اور مہربانی سے دن کو ہر ایک باغ میں لیجاتی تھی اور سیر دکھلاتی تھی شام کیوقت گھر آتی تھی پھر اپنی مشاطگی کا اسباب لیکر روح افزا کی خدمت میں جا کر حاضر ہوتی تھی اسیطرح چند روز گذرے ایک روز بنفشہ کہیں گئی تھی بہرام نے جو گھر خالی پایا اُسکی مشاطگی کے اسباب میں سے آئینہ نکالکر اُسکی پشت پر یہ شعر لکھے اور اسی جگہ رکھدیا **شعر**

روشن نہ تھا یہ کچھ رخ نیکوے آئینہ
جھلاتی ہی جو کھینچ کے زانوے آئینہ
سرکھ جو تجھ سے ہنسے کسی اور طور سے

چمکا ہی تیرے عکس سے کیا روے آئینہ
غیرت یہ کہتی ہی کہ اسے چور کیجیے
نظروں سے گر پڑے رخ دلجوے آئینہ
باندھا ہی عکس زلف نے بازوے آئینہ

مشاطہ آئینہ کو ترے آگے باادب
کیوں دیکھا تو نے جان جہاں بن رہے آئینہ
آئینہ ایک دم نہ ٹھہرتا ترے حضور

الغرض بنفشہ اپنے وقت پر مقابہ اور سنگار دانی لیکر روح افزا کے پاس جاکر حاضر ہوئی پھر کنگھی اور چوٹی
کرکے آئینہ اُسکے ہاتھ میں دیا شہزادی کی نظر جو اُسکی پشت پر جا پڑی نوشتہ دیکھا اور اُسکو پڑھ کر
معلوم کیا ہر چند راقم اسکا بہرام کے سوا کوئی نہیں لیکن اس بات کو اس طرح دریافت کیجیے تا اُس کے
آنے کا یقین ہو جائے اور دغدغہ دل میں نہ رہے مشاطہ سے یوں مخاطب ہوئی اے بنفشہ جو چیز
ہمیشہ ہے وہ کیا ہے اور وہ شے جو مدام غم کے ساتھ ہے کون شے ہے اُسنے ہر چند غور کیا لیکن جواب
معقول نہ سوجھا عرض کی کہ اسکا جواب لونڈی کل دیگی اسوقت معاف کیجیے یہ کہکر گھر آئی مگر اس پہیلی کے
بوجھنے میں نہایت متفکر تھی اُسکی گھبرائی صورت بہرام نے دیکھ کر پوچھا بوا آج اتنی بیچواس کیوں ہو تب
بنفشہ نے سوال روح افزا کا اُسکے سامنے بیان کیا اور کہا مجھ کو سوا اسکے جواب میں کچھ نہیں سوجھتا
اُس حکیم مطلق کا نیرنگ دوام ہے اور شادی غم سے وابستہ مدام ہے بہرام نے یہ سنکر کہا اس سوال کا یہ جواب
ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے جس عاشق کے منھ پر معشوق کے ہاتھ کے طمانچے لگے ہیں وہ ہمیشہ سرخرو ہے اور مدام
ناخوشی سے تلخکام وہ ہے کہ جسکا مطلوب محجوب ہے اور وہ ہر ایک کو اپنا محبوب سمجھتا ہے نقل مشہور ہے کہ
مجنوں سے پوچھا کہ خلافت پیغمبرؐ کی بعد خلفائے راشدینؓ کے حق کسکا تھا اُسنے جواب دیا کہ لیلیٰ کا القصہ
بنفشہ نے اُسکا جواب دیا ہوا صبح کو روح افزا کے حضور میں جاکر عرض کیا سنتے ہی اُسکو بہرام کے آنیکا یقین
ہوا اور بنفشہ سے پوچھنے لگی سچ کہہ یہ جواب کس نے دیا اُسنے ہر چند کہا کہ رات کو میرے خیال میں گذرا تھا لیکن
پری نے ہرگز نہ مانا بنفشہ نے مجبور ہو کر کہا کہ یمن کی پری اپنی منھ بولی بہن کو اس سرزمین کی سیر کے واسطے
میرے گھر میں چھوڑ گئی ہے اُسنے یہ جواب مجھ کو سکھایا ہے روح افزا نے کہا اُسکو ہمارے پاس کبھی نہ لائی بھلا
آج تو اپنے ساتھ لے آئیو ایک ذرا ہم بھی دیکھیں اُسنے کہا بہت اچھا اُسکی اور میری دونوں کی سعادت ہے
چنانچہ شام کے وقت بہرام کو پہنا اُڑھا کر اپنے ہمراہ لیگئی روح افزا نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ بہرام ہے
لیکن اغماض کیا اور کچھ متوجہ نہ ہوئی وہ سمجھا کہ اسنے ابتک مجھے نہیں پہچانا شاید آئینہ کی پشت نہیں دیکھی
اور میرا لکھا ملاحظہ نہیں کیا قصہ کوتاہ جب بنفشہ چوٹی گوندھ چکی شہزادی نے آئینہ مانگا بہرام نے
جلدی سے اُٹھا کر پشت کیطرف سے اُسے دکھایا وہ غنچہ دہن بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بنفشہ سے
کہنے لگی کہ اے بنفشہ تمھاری بہن نہایت کوڑ ہے کہ ابتک آرسی کی پشت ورو نہیں جانتی آج کی رات
اسے یہاں چھوڑ جاؤ ہم اسکے ساتھ ہنسیں بولیں چہلیں کرینگے اُسنے عرض کی کہ میری عین خوشی اور اُسکی

سراسر سرافرازی یہ کہکر وہ تو اپنے گھر آئی اور یہ دل آرام کے خلوت خانہ میں رہا اے عزیز اگر بہرام زنانہ لباس نہ پہنتا تو ہرگز اپنی معشوقہ سے اتنی جلد نہ ملتا اور اپنے مطلب کو نہ پہونچتا فی الواقع جو عاشق کہ معشوق کا رنگ پکڑتا ہے معشوق خود عاشق اُسکا ہو جاتا ہے چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وضع کا کلام فرمایا ہی حاصل اُسکا یہ ہی کہ خصائل خدا کی پیروی کرو تا قربت اُس سے حاصل ہو اور امور عالم کے انتظام دینے والون نے نقاب ظلماتی سے چہرہ روز کو چھپایا اور چادر مہتاب کا فرش نورانی سطح زمین پر بچھایا روح افزا پریوں کی مجلس سے اُٹھکر خلوت سرا میں آئی بہرام کو اکیلا پاکر بیٹھی اُس آشنا صورت نے اجنبیوں کی طرح سر رشتہ سخن کا نکالا کہو بی تمھارا نام کیا ہی اُسنے کہا کو چہ ننگ و نام تو مجھ سے کب کا چھوٹ چکا ہے تیرے نام کے سوا کچھ یاد نہیں پری نے پوچھا یہاں کس واسطے آئی ہو جواب دیا کہ پروانے کے آنیکا سبب شمع پر بخوبی روشن ہی اُس سے پوچھا چاہیے بہرام کی میٹھی میٹھی باتوں سے تو محظوظ ہوئی لیکن ظاہر میں ترشرو ہوکر بولی اے مکر بائی عیارنی تیری باتوں سے میں نے پہچانا کہ تو رنڈی نہیں بلکہ مردوا ہے یہ بھگل نکالکر تو یہاں در آمد ہوا میرے ناموس کو برباد کیا دیکھ تو اس دلیری کی کیسی سزا دیتی ہوں اور ڈھٹائی کا بدلہ کیسا لیتی ہوں وہ ناکردہ کار نیش اور نوش رنج حلاوت سے واقف نہ تھا ناز و نیاز کے بھید اُسپر کھلے نہ تھے اُسکے علاوہ طمانچوں کا صدمہ آگے اُٹھا چکا تھا وہ نازکی باتوں کو سچ سمجھا یقین ہوا کہ اب پھر مار کھاؤں گا اور نکالا جاؤں گا مارے ڈر کے تھر تھر کانپنے لگا اور اس شعر کو پڑھکر بیہوش ہونے لگا شعر

گر قتل کہ تیرے آگے مرنا		بہتر کہ نہ دور زندگانی	

پھر تو پریزاد سہم گئی کہ مبادا در سے اسکی جان پر آبنے اور جفا کاروں میں میرا نام لکھا جائے بے اختیار دوڑ پڑی اور سر اُسکا اپنے زانو پر رکھکر رخ گلفام کی بو بہانہ تک سنگھائی کہ اسکو پھر ہوش میں لائی اے عزیز اگر اپنے نور عقل کو حکمتوں سے زیادہ نہ چمکایگا تو تجلی یار سے فائدہ نہ پائے گا اگر تو یہ ہستی موہوم نہ چھوڑے تو حیات ابدی کب تیرے پاس آئے جو راہ عشق میں آپ سے نہ گذرا وہ منزل مقصود میں کب پہونچا۔ القصہ بہرام نے جو آنکھ کھولی تو اپنا مرتبہ برنگ گل دیکھا اور محبوبہ کا دل مثل بلبل مارے خوشی کے پھول گیا اور اگلی پچھلی باتیں بھول گیا پھر تو بے کھٹکے اپنے ہونٹھ کہ رشک گلبرگ تھے اُسکے دہن سے کہ غیرت غنچہ یاسمن تھا ملائے اور خوب ہی مزے اُڑائے از بسکہ

وہ گل پیرہن بھی اشتیاق میں بھری ہوئی تھی آپ کو روک سکی گتھ ہی گئی آخر نسیم نے کلی کو پھول بنایا اور آپس میں نئے نئے طرح سے لطف اُٹھایا روح افزا کا یہ جی لگا کہ ایک ساعت اُس سے جدا رہنا دشوار ہوا پھر یہ ارادہ کیا کہ اسکو حرز جان کی طرح گلے سے لگائے رکھیے مگر دشمنوں کی نظر سے چھپائے رکھیے آخر ایک طلسم اُسکے گلے میں باندھا اور قمری بناکر ایک سونے کے پنجرے میں رکھا پھر تو وہ سرو گل اندام لٹکائے رکھتی تھی رات کو پنجرے سے نکالکر پھر آدمی بناتی تھی اور صبح تک اُسکی صحبت سے انواع واقسام کی کیفیتیں اُٹھاتی چند مدت اس طرح گذر گئی اور یہ بات چھپی رہی آخر عشق اور مشک بے ظاہر ہوے نہیں رہتا کچھ بو باس یہاں کی حسن آرا تک پہونچی ایک دن نور کے تڑکے اُسکی سُن گُن لینے آئی جب روح افزا کے پاس آنکلی دیکھا کہ اسکی زلف مشکیں کا طور بطور رہے اور سیب زنخدان کا رنگ اور ہے نسرین خسار کی رنگت گل سے اور نرگس ہمخواب کی کیفیت جام سے دیکھی پشواز کی چولی کی حالت اور طرح کی پائی اور انگیا کی صورت کچھ اور ہی نظر آئی سمجھی کہ اسکا یاقوت کسی کے الماس سے مقر رکندہ ہوا ہے اور بھو کا نسیم کا بلا شبہہ اسکے غنچے کو لگا دوڑ کر غصے سے ایک دوہتڑ پیٹھ میں مارا اور کہنے لگی اے علامہ گل کا نام ڈبویا کیا غضب کیا تونے کنوارپنے میں کس سے آنکھ لگائی تجھے غیر مردوے سے حیا نہ آئی حیف تیری زیست پر چپنی بھر پانی میں ڈوب مر تیری رسوائی کا نقارہ بج گیا تو نے باپ کا نام خراب کیا سچ بتا کہ یہ کیا ماجرا ہے نہیں تو تیرا گلا گھونٹ ڈالونگی اور جیتا نہ رکھونگی روح افزا مارے ڈر کے تھرتھراتی تھی اور کہتی تھی اماں مجھے تمھارے سر کی قسم جو میں نے کسی مردوے کو بھی دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں یہ تہمت ہے اور صاف بندش ہے تم کیسی ماں ہو کہ بیٹی کو عیب لگاتی ہو اور لوگوں کے کہنے سننے پر جاتی ہو غرض اُسنے ہر چند سخت سخت قسمیں کھائیں اور بہتیری باتیں بنائیں مگر اُسنے باور نہ کیا بلکہ درپے ہوئی کہ جس چور نے اس گھر میں کونبھ دی ہے اُسے پکڑا چاہیے اور اچھی طرح سزا کو پہونچایا چاہیے ہزاروں جاسوسوں عیاروں نے زمین آسمان کو ڈھونڈھ مارا لیکن گھر کے پنجرے کا بھید کسی پر نہ کھلا اے عزیز تو عرش پر کس کے ڈھونڈھنے کا ارادہ رکھتا ہے جو تیرے خانۂ دل میں ہے اُسکی تو تجھے خبر نہیں واہ واہ دور کا دھیان اور نزدیک آپ سے انجان شعر

کون ہے گھر میں جب اتنی بھی نہیں تجکو خبر
پھر تو یہ کیا جانے کیا ہے اوج بام چرخ پر

القصہ حسن آرا نے جستجو کرکے روح افزا کی خواصوں کو دھمکایا اور مظفر شاہ کے غضب سے ڈرایا جب تو ایک خواص کہ اسکا نام گلرخ تھا اُسکے نزدیک آکر یوں کہنے لگی کہ اس خلوت سرا کا بھید ہم پر کیونکر کھلے نہ وہاں تک گذار رہ نہ دیدبان بینا شعر

اُسکے منھ کے دیکھنے کو دیدۂ دل چاہیے	چشم ظاہر بیں ہماری دید کر سکتی ہے کب

لیکن نہ نوں ہماری صاحبزادی صبح و شام اُس قمری سے مشغول رہتی ہو اور اُسکے پنجرے کو ایکدم آنکھ سے
اوجھل نہیں رکھتی ظاہر میں تو یہ پرندہ ہو اور باطن کی ہم کو خبر نہیں یہاں اپنا طائر قیاس آگے نہیں اُڑ سکتا مگر ملکہ
اُڑتی چڑیا پہچانتی ہو اسکی کنہ سمجھ لے اے نادان بسبب علاقہ روح سبزہ زار دنیا کی سیر کو آتی ہو جب تک
یہ مربع طلسم عناصر اُسکے گلے میں پڑا ہو اور قفس سے وجود میں طوق بندگی اُسکا گلو گیر ہو چشم ظاہر بیں مشت خاک کے
سوا کچھ نہیں دیکھتی جس دن یہ طلسم ٹوٹ گیا کیفیت اُسکی کھل جائیگی کہ وہ کون ہو اور یہ نیرنگ کیا ہو چنانچہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہو جب لوگ آویں گے اس حال سے آگاہ ہونگے وجود مطلق ایک
دریا ہو اور ہر موجود مثل حباب ہے جب حباب ہوا نکل گئی دریا کے سوا کچھ نہیں بس تامل سے دیکھ کہ اصل ہستی
دریا کی ہو لیکن فرق مرتبہ کا البتہ ہے حباب کو کوئی دریا نہ کہے گا اور نہ دریا کو حباب اور کعبہ کو قبلہ کہتے ہیں اور
بتخانہ کو کنشت جہنم کو دوزخ اور جنت کو بہشت شعر

ہر مرتبہ میں اور ہی حکم وجود ہے	زندیق ہے جو حفظ مراتب کرے نہ تو

واقعی مسئلہ وحدت وجود کا مشکل ترین مسائل ہو اور بہتیرے اس بحر عمیق میں گر کے مذہب جبری کے بھنور میں
جا پڑے اور اکثر مسلک دہری کے گرداب میں ڈوبے ہادی یہاں فضل الٰہی در کرم رسالت پناہی کے سوا کوئی
نہیں قصہ کوتاہ حسن آرا نے روح افزا کی نشستگاہ میں جا پنجرے کو اُتار لیا اور ارادہ لیجانے کا کیا روح افزا
اُسکو شاہین کے چنگل میں دیکھ کر کلیجہ پکڑ کر رہ گئی منھ سے تو مارے لحاظ کے بول نہ سکی پر طائر روح قفس تن میں
تڑپنے لگا ہر چند تڑپا لیکن قضا و قدر کے ہاتھ سے نہ چھوٹا غرض اس بے پر کو وہ پری لے اُڑی اور ظفر شاہ
کے روبرو اُسکا پنجرہ جا کر رکھدیا شاہ نے نکالکر اُسکے بال و پر تمام کھولے آخر گلے پر جو ہاتھ پڑا تو ایک تعویذ
بندھا نظر آیا اُسکو کھولا بہرام آدمی ہو گیا حاضرین مجلس سخت متعجب ہوئے شاہ آتش غضب سے جل کر کباب
ہو گیا اور کہنے لگا اے بدذات نابکار تو غضب سلطانی سے نہ ڈرا اور اپنے جی میں کچھ نہ سوچا سچ کہہ اس دربار
میں تجھے کون لایا اور بادشاہوں کے محل میں کس نے پہونچایا اس ڈھٹائی اور بے پروائی کا ثمرہ تو ہلاکت
کے سوا کچھ نہ پائیگا اور اسکی سزا میں جان سے جائیگا بہرام بولا عاشقوں کا رہنما جذبۂ اشتیاق ہو اور انکیں
کے سزا اور تکلیف مالایطاق ہو عشق کی وہ زنجیر نہیں کہ کوئی آپ سے پاؤں میں ڈالے اور بے اختیار
گرفتار ہو عاشقوں نے رشتۂ اختیار سے توڑا ہو اور بے اختیاری سے جوڑا ہو جس نے زندگی سے

ہاتھ دھوئے اُسے موت سے کیا خطرہ ہے اور جان کی کیا پرواہ ہی مگر حسرت دیدار جی میں رہیگی اور
گور میں جوے خون آنکھوں سے بہے گی شعر

موت سے ہرگز نہیں ڈرتا نہ کچھ غم ہی مگر	گلرخوں کی دید سے محروم میں رہجاؤنگا

آخر مظفر شاہ کا شعلہ غضب ایسا بھڑکا کہ لوگوں سے فرمایا اس آتش کے پرکالے کو جلد شہر سے دور
لیجاکر آگ میں ڈالدو اور جلاکے خاک سیاہ کردو اتفاقًا تاج الملوک اور بکاؤلی گلستان ارم کی سیر کو
اُڑتے تھے جس مقام سے جزیرۂ فردوس نزدیک رہ جاتا ہی وہاں پہونچے جی میں آیا کہ چلو روح افزا
کو بھی دیکھیں اور دو دن وہاں کی بھی سیر کریں القصہ جزیرۂ فردوس کی طرف پھرے اور وہاں آنکلے
جہاں لکڑیوں کا انبار لگا تھا اور بہرام اُسپر بیٹھا تھا بلکہ چاروں طرف سے آگ دے چکے تھے
جونہیں بکاؤلی نے لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور آگ بھڑکی ہوئی اُسے نظر پڑی تخت اپنا قریب لیجا کر
پوچھنے لگی کہ یہ کیا ہنگامہ ہی کوئی بول اُٹھا کہ روح افزا کے عاشق کو جلاتے ہیں سنتے ہی اس بات کے
تخت سے اُترکر آگے بڑھی کیا دیکھتی ہے کہ بہرام ہی فی الفور بکاؤلی نے کہا جلد اس آگ کو بجھاؤ اور
اس جوان کو نکالو اگر اسکا ایک رُواں جلا تو سیکڑوں کے سر جلادوں گی بلکہ اُسکا گھر کا گھر خاک میں
ملادوں گی لوگ ڈر گئے اور آگ کو بجھادیا اور بہرام کو نکال کر شہزادی کے حوالہ کیا اُسکو ہمراہ لیکر
ایک باغ میں جا اُتری پھر تاج الملوک کو اور اُسے وہاں چھوڑا آپ مظفر شاہ اور حسن آرا کے پاس
گئی جھک کر سلام کیا اُنھوں نے اُسکا سر چھاتی سے لگایا خیر و عافیت پوچھی اور آنے کی حقیقت
بکاؤلی نے کہا کہ میرا بے اختیار آپ کے اور چچی جان کے دیکھنے کو جی چاہتا تھا اسکے سوا خیریت ہے لیکن راہ
میں عجب ماجرا دیکھا ہی کہ میرے سُسرے کے وزیرزادے کو لوگ جلایا چاہتے تھے اگر میرے آنے میں اور
ایک دم کا وقفہ ہوتا تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا اور ماں باپ کو دنیا سے کھو جاتا اگرچہ مرنا سب کا بُرا ہی
خصوصًا ایسے جوان شکیل کا فی الواقع تقصیر بھی ایسی ہوئی تھی لیکن اس طرح کی سزا اب فائدہ نہیں رکھتی
جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا میں نے فرض کیا کہ آپنے اُسے مار ڈالا لیکن کلنگ کا ٹیکا تو نہ مٹے گا اب تو سو جانے
ہیں پھر ہزاروں جانیں گے اس سے بہتر یہ ہی کہ اُسکی تقصیر معاف کیجیے اور روح افزا کو اُسکے ساتھ بیاہ دیجیے
کیونکہ بہرام نہایت طرحدار اور قابل ہی کچھ اسمیں مضائقہ نہیں وزیر اور بادشاہ میں ہمیشہ سے رشتہ
ہوتا آیا ہے اور جو انسان کو آپ حقیر جانتے ہیں تو پھر مجھ کو کیوں تاج الملوک کے ساتھ بیاہا بیٹی دی بھتیجی ہی کیا

فرق ہو مظفر شاہ نے یہ باتیں سنکر سر جھکالیا اور کہا بہت بہتر مختار ہو پھر وہاں سے روح افزا کے
پاس آئی دیکھا کہ وہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے سر جھاڑ منھ پہاڑ بنائے بیٹھی ہی یہ سنکر کہنے لگی اہ واہ ری کسی
کہاں جاکر سرنگ لگائی پناہ مانگیے اور ڈریے تجھ سے اور تیرے دیدے سے بس اُٹھ کھڑی ہو بنس لعل کپڑے
بدل حجرے سے باہر نکل میں تیرے چاہنے والیکو سلامت لے آئی ہوں اب کوئی دن میں دل کھول کر لیجیو اور
ہمیشہ عیش کیجیو روح افزا بہن کی باتوں سے مسکرا کر اُٹھ بیٹھی اور بلائیں لیکر گلے سے لپٹ گئی رات کی رات
بکاؤلی وہاں رہی صبح کے وقت روح افزا کو مظفر شاہ اور حسن آرا کے پاس لے گئی تقصیر معاف کروائی
پھر اُسکو مایوں بٹھا کر تاج الملوک اور بہرام کو لے کر جزیرہ ارم میں جاکر پہونچی اور ماجرا من و عن اپنے
ماں باپ کے گوش گذار کیا پھر اُن سے درخواست کی کہ جس دھوم سے تاج الملوک کو لیکر بیاہنے آئے
تھے اُسی طرح تم بھی بہرام کو بیاہنے لے چلو اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو چنانچہ اُنھوں نے ویسے ہی
مہمانداری اور تیاری اندر باہر کی اور تجمل سے بہرام کو خلعت شاہانہ اور جواہر پہنا کر پھولوں کا سہرا
باندھ کر بڑے کروفر سے جزیرہ فردوس کو روانہ ہوے وہاں کی تیاری کا کیا کہنا ہی پری کے بیاہ کا تجمل
زبان کیا بیان کرے اور قلم کب لکھ سکے غرض مظفر شاہ کی طرف کے لوگوں نے براتیوں کو اور دولھا کو
لے جاکر نہایت عظم و شان سے مجلس نشاط میں بٹھایا اور زنانی سواریوں کو اُسی وضع سے اُتروا کر بڑی تعظیم
اور تواضع سے حُسن آرا کے علاقہ دار مجلس انبساط میں لے آئے پھر رات تک اندر باہر ناچ راگ
کی صحبت رہی آتشبازی انواع و اقسام کی چھوٹا کی پھر اپنے خاندان کے چلن کے موافق اُس پری بیکر
کا نکاح اُس رشک قمر کے ساتھ بندھوایا ہار اور پان دینے کے بعد نوشہ کو ریت و رسم کے واسطے
محل میں بھجوایا بکاؤلی بھی بہنوں کی طرح بہرام کے ساتھ گئی اور ٹونے کرتی ہوئی اُسکی طرف سے خوب
جھگڑی پھر آرسی مصحف دکھایا اور دولھا کو دُلھن کا جھوٹا شربت پلایا اسکے بعد مظفر شاہ اور حسن آرا
نے روح افزا کو بہت سا جہیز نقد و جنس لونڈی غلام دے کر بہ تجمل تمام رخصت کیا برات کو اُسی
رونق سے فیروز شاہ اور تاج الملوک لیے ہوے شاد و خرم جزیرہ ارم میں داخل ہوے کئی دن
وہاں چہل پہل رہی پھر بکاؤلی اور تاج الملوک روح افزا اور بہرام کو اُسی طمطراق سے لے کر
ملک نگارین کو روانہ ہوے تھوڑے عرصہ میں جا پہونچے پھر بہرام کے ماں باپ کو بلوا کر تمام قصہ کہہ کر
سنایا اور دونوں کا دیدار دکھایا وہ بہو بیٹے کو دیکھکر بہت شاد ہوے اور بکاؤلی کے جان و دل سے

ممنونِ احسان ہوئے سن بعد وزیر نے مجلس نشاط کی وہاں تیار کی بادشاہ کو جاکر لے آیا اور جتنے چھوٹے بڑے امیر تھے انکو بھی بلایا جسقدر اہل طرب شہر میں تھے اُن کو طلب کیا غرض کئی دن تک ناچ راگ کی صحبت رہی مہمانداری بخوبی کی بادشاہ اور بادشاہزادے کے حضور میں سیکڑوں کشتیاں جواہر اور پوشاک کی رکھیں اور محل میں بھی اُسی قبیل سے بھجوائیں انعام و اکرام لوگوں کو بہت سا دیا نقد و جنس بیشمار بانٹا بعد اُسکے حضرتِ اعلیٰ قلعۂ مبارک میں تشریف لے گئے سب مہمان بھی رخصت ہوئے پھر بکاؤلی نے حمالہ کو کہلا بھیجا کہ جلدی میرے باغ اور محل کو اُکھڑوا کر یہاں لے آ وُہ دو چار ہی دن کے عرصہ میں لے کر پہونچی فی الفور متصل اپنے دولتسرا کے نہایت آراستگی کے ساتھ قائم کر کے روح افزا اور بہرام کے حوالے کیا الحمد للہ خدا کے فضل سے سب شاد ہوئے اور بخوبی آباد ہوئے اشعار

غرض جسطرح سے کیا اُن کو شاد
تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام

ہماری بھی دے یا الٰہی مراد
یکایک سُنی میں نے آوازِ غیب

یہ قصہ ہوا جب بخوبی تمام
کہو مذہب عشق تاریخ و نام

تاریخ عیسوی

ہوئی پھر یہ خواہش کہ کلکِ زباں
کہ اس مذہب عشق میں کوئی آ

کریں عیسوی سال کو بھی بیاں
کرے مشربِ جام گر اختیار

تو پھر ہاتفِ غیب نے دی صدا
تو رازِ نہاں اُس پہ ہوا آشکار

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ فسانہ مرغوب مطلوب دلی المسمیٰ بہ گل بکاؤلی مترجمہ منشی نہالچند لاہوری مطبع (راجہ) رام کمار واقع لکھنؤ میں حسب ایمائے عالیجناب راجہ رام کمار صاحب مالک مطبع اڑتیسویں بار باہتمام بی۔بی کپور منیجر بماہ جنوری ۱۹۵۴ء مطابق ماہ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ چھپکر سرور بخش دل مشتاقاں ہوا

نام کتاب	قیمت
طلسم ہفت پیکر جلد سوم	
فسانۂ عجائب حاقظ [illegible] باتصویر۔ بہ عبارت رنگین	للعہ/
ونمکین از مرزا رجب علی بیگ سرور کاغذ سفید	
گمندہ کاغذ خاکی گندہ۔	۴عہ/
قصہ سندباد جہازی۔ ماخوذ از قصۂ الف لیلہ	۲/
جادۂ تسخیر قصۂ دلچسپ از نواب محمد حیدر علی خان صاحب	۴عہ/
طلسم حیرت افسانۂ دلچسپ از منشی جعفر علی تخلص شیون	۷/
فسانۂ عجائب متوسط قلم مصنفۂ مرزا رجب علی	
بیگ سرور مرحوم۔	۸عہ/
ایضاً۔ بلا تصویر خفی قلم حسب مراتب بالا۔	۶/
سروش سخن باتصویر۔ بجواب فسانۂ عجائب	
از سید فخر الدین حسین مودودی۔	۹/
لطائف الظرفا۔ مرتبہ منشی دیبی پرشاد	
صاحب جس مین ڈیڑھ سو سے زیادہ عمدہ	
عمدہ تڑاق پڑاق لطیفے ہین۔	۲/
طلسم فصاحت۔ قصۂ عجیب و غریب از	۱۵/
سید محمد حسین جاہ مرحوم۔	
طلسم ناریخ۔	۱۲/
مقتول جفا معروف بہ فسانۂ غم آمود۔ از	
حافظ امیر الدین۔	۲/
نوطرز مرصع۔ از محمد عوض۔	۲/
بستان حکمت۔ اردو ترجمۂ انوار سہیلی	
مترجمۂ فقیر محمد خان گویا۔	۶/

نام کتاب	قیمت
فسانۂ آزاد۔ جلد اوّل	۱۲/
" جلد دوم	۵/
" جلد سوم	۷/
" جلد چہارم	۷/
فسانۂ جمیل۔ مترجمۂ منشی حامد حسین	۸/
فسانۂ معقول۔ از سید غلام حیدر خان بہادر	۱۵/
فسانۂ دلفریب۔ از منشی فدا علی عرف	
اچھے صاحب۔	۸/
قصۂ زاہد شمسی مصنفۂ شیخ برہان الدین احمد	۲/
سنگاسن بتیسی قصۂ مشہور۔	۱۳/
سنگاسن بتیسی۔ مترجمہ پروفیسر مجنون	
گورکھپوری۔	۱۲/
ناٹک نل دمنتی۔ مؤلفہ منشی بنایک پرشاد	۳/
قصۂ موتی ونبولہ۔ ذخیرۂ پند خردمندانہ	۱/
بیتال پچیسی باتصویر۔ قصۂ مشہور	۸/
گل بکاولی۔ از منشی نہال چند	۱۱/
طوطا کہانی باتصویر۔ از سید حیدر بخش	
متخلص بہ حیدر۔	۱۲/
قصۂ گل وصنوبر۔ از منشی پیم چند	۳/
مجموعہ افسانہ دلپذیر۔ مجموعہ بیس قصص کا	۶عہ/
ایک روسی زمیندار کا قصہ۔ مترجمہ مسٹر	
ہنری فاتوم صاحب۔ کاغذ سفید چکنا۔	۹/
نورتن قصۂ مشہور از محمد بخش صاحب مہجور	۱۲/

نام کتاب	قیمت
قصۂ اگر گل - قصۂ مشہور -	۶/.
لطائف ہندی - چٹکلے اور لطیفے مصنفۂ لالہ دیبی پرشاد -	۴/

کتب قصہ جات نظم اردو

نام کتاب	قیمت
الف لیلۂ منظوم - کی متفرق جلدین حسب ذیل فروخت مین ہین -	
جلد اول از منشی طوطارام شایان	عہ/
ایضاً - جلد سوم مترجمۂ منشی طوطارام شایان	۸/
ایضاً - منظوم - جلد چہارم از منشی شادی لال کاغذ حنائی و سفید -	عہ/
گلزار ابراہیم - قصۂ حضرت ابراہیم ادہم	۱۲/
چشمۂ شیرین - قصۂ شیرین و فرہاد -	۲/
جوگن نامہ - از میان باطن اکبرآبادی	۱/
ایجاد رنگین - حکایات و نصایح از رنگین دہلوی -	۲/
پرتاب ناول -	۱۲/
بنگالی دلہن "	۱۲/
مار آستین "	۹/
سوانح عمری عمرو عیار	۱۰/
اسرار ہند	۱۰/
حرمان خانم - "	۲/
جام زہر - ناول	۱۰/

نام کتاب	قیمت
الف لیلہ دینا زاد بطرز ناول -	ع۱۲/
الف لیلہ نثر بطور ناول معروف بہ شبستان حیرت	سے/
شام جوانی - ترجمہ ناول رینالڈ حصہ اول	ع۴/
ایضاً حصۂ دوم	ع۱/
ترجمۂ اردو رابن سن کروسو - چھاپہ ٹیپ نہایت دلچسپ ناول قابل دید ہے مطبوعۂ غیر -	۱۱/
ناول ماتا -	عہ/
الو کی دم فاختہ - ناول	۴/
ناول بھول دتی - غالباً اس سے بہتر دوسرا ناول آپ کی نظر سے نہ گذرا ہوگا - چار حصہ - حصۂ اول	۸/
دوم - سوم - چہارم - فی حصہ	۱۰/
منارۂ قیصری - ناول	۱۱/
خدائی فوجدار - "	ع/
معشوقہ فرنگ - "	۵/
ناول سندر شانتا - چار حصہ حصۂ اول ۶/ حصہ دوم سے چہارم تک فی حصہ -	۵/
مہاتما کبیر - مرتبہ منشی محمد خلیف بی اے میر منشی سول سکریٹریٹ لکھنؤ - نہایت لاجواب کتاب ہے جسکی خوبی دیکھنے پر منحصر ہے	۴/

المشتہر منیجر (راجہ) رام کمار پریس و بکڈپو لکھنؤ
سابق نول کشور پریس معہ بکڈپو حضرت گنج - لکھنؤ